منظوم ڈرامہ

معجزۂ فن

یا

پگمیلیاں اور گلاٹیا

سوائے کُن بن امروز تا غوغا بہ شہر اُفتد
کہ اعجاز فلانے کرد گویا بے زبانے را

(نظیری)

(جعفر طاہر)

زمانہ ..... قبل مسیح علیہ السلام
مقام ..... ایتھنز

کردار

نصیرس ..... ایتھنز کا ایک امیر کبیر
پگمیلیاں ..... ایک بے مثل نوجوان بُت تراش
اگنسر ..... ایک صاحب فن نوجوان شاعر اور پگمیلیاں کا عزیز دوست
مرمینیا ..... پگمیلیاں کی بیوی
گلاٹیا ..... پگمیلیاں کا تراشا ہوا ایک پیکر
میموس ..... نصیرس کا غلام
سیروس ..... } پگمیلیاں کے ہنرمند غلام
نیرس .....
اجیمس ..... } " " "
انی سس .....

ان کے علاوہ ایتھنز کے دیگر مجسمہ ساز، کاروباری لوگ، غلام، نوکر اور سازندے وغیرہ

www.caarwan.com

پس منظر

پگمیلیاں یونان کی اساطیر و صنمیات کا وہ خود نگر، جسور و غیور فنکار ہے جس کی ضربتِ تیشہ، جس کا دلِ خارا تراش اور جس کا معجزۂ فن انسان کے شرف و فضیلت پر حرفِ آخر ہے۔ ہماری ادبیات میں اس کا نام کوہ کن ہو یا فرہاد ہو یا صرف مزدور وہ ایک ابدی اور ازلی کردار ہے، زندگی اور اس کے حسنِ نو کی علامت، رواں دواں بہنے والی جوئے شیر ہیں حیات جو فرہاد بھی ہے اور شیریں بھی۔ گویا خود کو زہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ کہتے یہ ہیں کہ وہ سی کیس کا بیٹا اور قبرص کے فرمانروا اجنیار کا پوتا تھا۔ وہ ایک ایسے پیکرِ مرمریں کی محبت میں گرفتار ہو گیا، جسے خود اس کے اپنے ہاتھوں نے تراشا تھا۔ اس نے شام و سحر افروذیتہ دیوی کے حضور میں عود و کرد عائیں مانگیں اور وہ پیکرِ سنگ زندہ ہو گیا۔ جس کے ساتھ اس نے شادی رچالی (روووڈ۔ ٹیامور سس ۱۱۱۴) گلاٹیا نام کب سے روایات و صنمیات کے صحیفوں میں داخل ہوا، اس کا مجھے کوئی ثبوت نہیں ملا۔ یہ عصرِ جدید کے صاحبانِ فن کا دیا ہوا نام ہے۔

روایت یہ بھی ہے کہ پگمیلیاں اس نو پیدا جانفزا کے وقت خود قبرص کی رومان پرور حسن آفریں اور عشق و جنوں خیز سرزمینِ پاک کا سربلند شہریار تھا کہ اس کے اپنے ہاتھوں یہ سب کچھ ظہور میں آیا۔ گلاٹیا کے بطن سے اس کا ایک بیٹا (PAPHOS) بھی ہوا۔ بعد میں جس کے نام پر پافوس کا شہر آباد کیا۔

نیاز مند نے اس میں وقت کا ایک پل تعمیر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ادبیت کے پُراسرار مال مسالے سے ایک ایسا پل تعمیر کرنے کی کوشش، جو حال اور ماضی کی روایات کے سرے ایک دوسرے میں کچھ اس طرح ملا دے کہ صنمیات کا واقعہ رہ و رسم خلط ملوطی ہوتے ہوئے بھی حقیقت اس کے سامنے ایک سایۂ گریزاں نظر آنے لگے۔

جعفر طاہر

پہلا ایکٹ پہلا منظر

فنہیرس نے اپنے غلام میموس کو پگمیلیاں کے پاس بھیجا ہے۔ میموس کی ملاقات شکار خانے کے باہر پگمیلیاں کے خادم سیروس سے ہوتی ہے۔

میموس ۔ یہی ہے پگمیلیاں کی دوکاں ؟
سیروس ۔ یہی ہے درگاہِ فن پرستاں !
میموس ۔ تو کیا یہ اس چھوکرے کا گھر ہے
سیروس ۔ یہ معبد بانوئے ہنر ہے
میموس ۔ ہیں اس قفس رنگ آشیاں کو حریمِ اہلِ نظر نہ مانوں
سیروس ۔ اگر کوئی اور سجدہ گاہِ ہنر رواں ہو تو میں جانوں
میموس ۔ میں کیسے باور کروں کہ یہ کال کوٹھری جمالہ بستاں ہے
سیروس ۔ یہی قدیم گاہِ دلبراں، گلستانِ شرشا و تامستاں ہے
میموس ۔ یہ تیرہ و تار سا مکاں ہے
سیروس ۔ یہی نظر گاہِ نوبراں ہے
میموس ۔ یقین آتا نہیں چھلک روپیاں ادھر ہوں کہ جی نہیں
سیروس ۔ یہی وہ دہلیز ہے جہاں دیوتا بھی آئیں تو سر جھکائیں
میموس ۔ مگر وہ پگمیلیاں کدھر ہے ؟
سیروس ۔ ہمارا آقا دوکان پر ہے۔
میموس ۔ تو کیا اس کے بھی ہیں ملازم !؟
سیروس ۔ غلام، خدمت گذار، خادم !
میموس ۔ یہ اونچی درجے کا شخص اور اس کا اس قدر کر و فر، غضب ہے
سیروس ۔ مگر زمیں نے جو اس جواں کو دیا ہے وہ بھی ہنر عجب ہے
میموس ۔ ہمارے آقا کے در پہ ایسے ہزاروں اہلِ ہنر پڑے ہیں
سیروس ۔ مگر جو اہلِ ہنر ہیں ان کی تو عظمتوں کے علم گڑے ہیں
میموس ۔ علم و فن شاعروں کی باتیں ہیں اور وہ بھی بہت پرانی
سیروس ۔ مگر یہ خوں گشتگانِ آمد وہ فن بھی کرتے ہیں نگرانی

www.caarwan.com

میموس ۔ ہمیں سناتے ہو تم کہانی !
سیروس ۔ ہے کوئی پگمیلیاں کا ثانی ؟
میموس ۔ ہمارا آقا نہ ہو تو یہ لوگ پانی پانی کو آج ترسیں
سیروس ۔ ہمارا آقا نہ ہو تو اِن بارگاہوں پر لعنتیں ہی برسیں
میموس ۔ یہ تم نصیرس کی سطوت و صولتِ شہی سے اُلجھ رہے ہو
سیروس ۔ یہاں بھی کچھ دب کے بات کرتے نہیں یہ تم بھی سمجھ گئے ہو
میموس ۔ یہ جا کے اب اُس خدائے فن سے کہو کہ میموس منتظر ہے
سیروس ۔ میں پھر کہوں گا کہ احترامِ بشر بھی دُنیا میں ہے کوئی شے
میموس ۔ یہ شاعر و بُت گرو مصور ہوئے ہیں کب سے امیر زادے
سیروس ۔ وہ کچھ بھی ہوں پر کسی نصیرس نیارکس کے نہیں پیادے
میموس ۔ یہ مزدبر، یہ درد و گر تو کبھی نہ تھے اِس قدر گرامی
سیروس ۔ وہ کچھ بھی ہوں پر تری طرح تو کسی کی کرتے نہیں غلامی
میموس ۔ مگر یہ کیا طرزِ گفتگو ہے
سیروس ۔ ہمیں بھی تو پاسِ آبرو ہے
میموس ۔ تو اب اُسے اطلاع بھی دو گے !
سیروس ۔ وہاں بھی کیا اِس طرح بکو گے ؟
میموس ۔ کہو نصیرس کا ہے پیامی
سیروس ۔ وہاں نہ کرنا یہ بدکلامی

سیروس نگار خانے میں داخل ہوتا ہے ۔ پگمیلیاں کام کر رہا ہے اور ساتھ ساتھ گنگنا بھی رہا ہے ۔ سیروس ادب اور احترام کے ساتھ ایک طرف کھڑا ہو جاتا ہے ۔

پگمیلیاں .....

ہر اشک مرا گوہرِ خوش آبِ ہنر ہے
جو زخم ہے خورشیدِ جہاں تابِ ہنر ہے
کیا چیز ہے اللہ رے پیکر کدۂ خاک
ہر نقش و نگیں دفترِ صد بابِ ہنر ہے
دِل شمعِ طرب بن کے جلا بھی تو ہوا کیا
دِل وہ ہے کہ جو مشعلِ محرابِ ہنر ہے
اے پیرِ مغاں بہرِ کرم کچھ تو اِدھر بھی
سُنتے ہیں ترے پاس مئے نابِ ہنر ہے
وادارِ زمانہ بھی کوئی ہو تو غرض کیا
سو جان سے دِل خادمِ اربابِ ہنر ہے
ہم خضر سے کم ہیں جو کریں خضر کی باتیں
قدموں کے تلے چشمۂ نایابِ ہنر ہے

سینہ ہے کہ آئینۂ اسرارِ جہاں ہے
کیا روشنیٔ داغِ جگر تابِ ہنر ہے
یہ بات نہیں دیدۂ بیدار کے بس کی
اللہ رے کیا سلسلۂ خوابِ ہنر ہے
اندازۂ فن کام نہیں بے ہنروں کا
یہ کارِ ہنر لائقِ اصحابِ ہنر ہے
(نا قدر شناسوں سے تو ملتا نہیں طاہر
وہ سوختہ جاں ماہرِ آدابِ ہنر ہے)

پگمیلیاں ۔ (مسکرا کر) کھڑے ہو سیروس بیٹھ جاؤ
سیروس ۔ کوئی پیامی ہے میرے آقا
پگمیلیاں ۔ اُسے بصد احترام لاؤ
(وقفہ)

سیروس میموس کو نگار خانے میں اپنے ہمراہ لاتا ہے ۔

پگمیلیاں ۔ کہاں سے آنا ہوا برادر ؟
یہ کس کا آئے پیام لے کر ؟
میموس ۔ میں جس امیرِ کبیر و ذی جاہ و عالی گوہر کا ہوں پیامی
تو جانتا ہی نہیں ہے گویا، وہ کون ہے صاحبِ گرامی
پگمیلیاں ۔ یہاں تو ہر فرد معتبر ہے
شریف و آزاد و خود نگر ہے
میموس ۔ ہمارے آقائے نامور کا نہیں ہے دُنیا میں کوئی ثانی
وہ مردِ والا حشم تو کرتا ہے ایک عالم پہ حکمرانی
پگمیلیاں ۔ یہاں پہ جمہوریت ہے بھائی
یہاں نہیں روم کی خدائی
میموس ۔ ہمارے آقائے نیم کرم کے خدیو و خاقان ہیں سلامی
مدام آتے ہیں اُن کی خدمت میں ہفت اقلیم کے پیامی
پگمیلیاں ۔ خدیو و خاقان ہوں کہ سیزر
یہاں تو ہر فرد ہے برابر
میموس ۔ میں جانتا ہوں یہ تیری جمہوریت بھی کیا ہے
میں جانتا ہوں یہ ڈھونگ تم نے رچا رکھا ہے
پگمیلیاں ۔ تم اپنی رائے کے آپ مختار ہو برادر
یہ تم پہ جمہوریت کا احسان ہے سراسر

www.caarwan.com

میموس ۔ یہ باتیں چھوڑو ، ہمارے آقا کے پاس جاؤ
جو میری مانو ، ابھی اُٹھو ، میرے ساتھ آؤ

پگمیلیاں ۔ ہمیں بتاؤ تو نام اُس کا
سُنیں تو ہم بھی پیام اُس کا

میموس ۔ پیام دینے سے کیا غرض جب کہ تُو انہیں جانتا نہیں ہے
یہ تُو نصیرس کے خادموں کا لباس پہچانتا نہیں ہے

پگمیلیاں غرض نہ ہو جب کہ حاکموں سے
تو واسطہ کیا ہو خادموں سے

میموس ۔ تُو ایک مزدور ہو کے اُس بحرِ دل کو پہچانتا نہیں ہے
تو اِس خطا ، اِس قصور ، اِس جُرم کی سزا جانتا نہیں ہے

پگمیلیاں ۔ (طنزیہ) خطا پہ نادم ہوں میرے بھائی
میں اُن کا خادم ہوں میرے بھائی

میموس ۔ تو پھر مبارک ہو ، تجھ پہ آقائے نامور آج مہرباں ہیں
تجھے مبارک ہو تیری خارا تراشیوں کے وہ قدرداں ہیں
غریب ، نادار ، بے ہُنر ، کم سواد ان سے ہیں فیض پاتے
ہزار تجھ سے لقندرے ملک بھر میں اُن کا دیا ہیں کھاتے
وہ چاہتے ہیں کہ تُو ابھی جا کے اُن کی خدمت میں حاضری دے
دکھا کے اپنا کوئی حسیں شاہکار ، بگڑی ہوئی بنا لے

پگمیلیاں ۔ وہ جو بھی ہے اُس کا حُسنِ کردار تیری ہر بات سے عیاں ہے
لعین ابنِ لعین ہے وہ جو تجھ سے نوکر پہ مہرباں ہے
غرض نہیں ہے کہ مردِ والا جناب ہے یا امیر ہے وہ
تو جس کا پروردۂ کرم ہے مری نظر میں حقیر ہے وہ

میموس ۔ تو ان کے ماں باپ پُن رہا ہے
تُو اِن کا پیغام سُن رہا ہے

پگمیلیاں ۔ یہ اُس سے کہنا کہ ایک فنکار کو نہ پھر یہ پیام آئے
ہُنر کی دیوی نہیں وہ لونڈی کہ جس کو تو یوں خرید لائے
میں ایک شہری ہوں ایک فنکار و مردِ آزاد و خود نگر ہوں

میں کعبۂ آرزوئے دلہائے رہروانِ رہِ ہُنر ہوں
نہ شوقِ شہرت نہ داد کی آرزو نہ کوئی صلے کی پروا
نہ جاہ و منصب کی جستجو ہے نہ دل میں ایسی کوئی تمنا
مگر مجھے احترامِ علم و ہُنر ہے احساسِ آبرو ہے
خیالِ ناموسِ اہلِ فن ہے ، لحاظِ آدابِ گفتگو ہے
یہ اُس سے کہنا کہ فن کسی ذی حشم کا نوکر نفر نہیں ہے
یہ بخششِ خالقِ جہاں ہے ، یہ تحفۂ اہلِ زر نہیں ہے

میموس ۔ یہ بدزبانی یہ بدکلامی

سیروس ۔ نکل سلامی

میموس غصے سے باہر نکل جاتا ہے آہستہ آہستہ پردہ گرتا ہے ۔

○

پہلا ایکٹ ، دُوسرا منظر

پگمیلیاں نگار خانے میں اُداس بیٹھا ہے ۔ اس کا جواں سال شاعر دوست اگستر مسکراتا ہوا داخل ہوتا ہے ۔

اگستر آج کچھ مُوڈ نہیں ہے سرکار

پگمیلیاں ۔ یار تم بھی تو ہو مردم آزار

اگستر سخت ناراض نظر آتے ہو

پگمیلیاں ۔ چُپ رہو کس لئے چلاتے ہو

اگستر لڑکے بھابی سے تو آئے نہیں تم

پگمیلیاں ۔ ہُم

اگستر کاہے کو بیٹھے ہو اِتنے گُم صُم

پگمیلیاں ۔ (اشارہ کرتا ہے) یہ مئے ناب کا جگ اور یہ خُم

اگستر دَور تو ہوگا مگر یہ کیا ہے

پگمیلیاں ۔ اپنی دُنیا بھی عجب دنیا ہے

اگستر یہ تحیر کدۂ دہر ہے دوست

www.caarwan.com

پگیلیاں۔ اپنا ایتھنز بھی کیا شہر ہے دوست
چار سو گرگ فسوں گر ہیں یہاں
اہلِ ادراک نگوں سر ہیں یہاں
جانے جمہور کی شاہی کیا ہے
چہرۂ خو۔ پ سیاہی کیا ہے

اگستر۔ یہ مگر کوئی نئی بات نہیں
دن کی تقدیر میں کیا رات نہیں

پگیلیاں۔ جانے کب دور اندھیرا ہوگا

اگستر۔ اس گلستاں میں سویرا ہوگا

پگیلیاں۔ تم سناؤ مگر اب کوئی غزل
نغمۂ شاہدِ زیبا سے اذل

اگستر۔ ان دنوں نظمِ مسلسل کا ہے شوق

پگیلیاں۔ تم کو لے ڈوبے گا ہومر کا یہ ذوق

اگستر۔ تم سمجھتے ہو اسے طومارِ اکل

پگیلیاں۔ نظم بھی خوب ہے پر ہائے غزل!

اگستر۔ تو پھر اک تازہ غزل ہے استاد

پگیلیاں۔ ارشاد

اگستر پھر وہی قتلِ محبت زدگاں ہے کہ جو تھا
رسن و دار کا عالم میں سماں ہے کہ جو تھا

ان کے ہاتھوں میں وہی تیغ ستم ہے کہ جو تھی
در میخانہ پہ گہناں ہے کہ جو تھا

چشمِ پرخونِ دوعالم پہ فشاں ہے کہ جو تھی
قسمتِ لولوئے سالِ عنبیں جہاں ہے کہ جو تھا

حیرتِ اہلِ نظر، اہلِ ہنر ہے کہ جو تھی
شہرۂ کم نظراں، بے ہنراں ہے کہ جو تھا

رسمِ آرائشِ ایوانِ طرب ہے کہ جو تھی
سرِ فرہاد پہ وہ کوہِ گراں ہے کہ جو تھا

دفترِ لالہ و گل ہے نہ وہ دیوانِ بہار
زینتِ لوحِ چمن حرفِ خزاں ہے کہ جو تھا

زیرِ ہر شاخِ شب و روز قفس ڈھلتے ہیں
عالمِ نوحہ گراں بستہ پراں ہے کہ جو تھا

سایۂ مرغِ پریدہ ہے کہ یہ ابرِ بہار
گلۂ مرحمتِ آہِ طپاں ہے کہ جو تھا

قسمتِ اہلِ طرب غارتِ غم ہیں کہ جو تھے
کوئے بگولۂ گل بداماں ہے کہ جو تھا

آج بھی عرضِ وفا ان پہ گراں ہے کہ جو تھی
آج بھی حوصلۂ شرحِ دہاں ہے کہ جو تھا

نہ وفاؤں پہ نظر ہے نہ جفاؤں کی خبر — دل میں وہ درد، وہ احساس کہاں ہے کہ جو تھا
حسن و دولت، ربابِ جم و جَم کے رہی — ٹوٹ کے بھی جو مسیحا جاں حسن جہاں ہے کہ جو تھا
کیا خبر عقدۂ تقدیر کسے کہتے ہیں — دل تری زلف کی جانب نگراں ہے کہ جو تھا
وقت کے ساتھ بدلتا نہیں جعفر طاہر — یہ وہی سوختہ دل سوختہ جاں ہے کہ جو تھا،

پگیلیاں۔ واہ واہ خوب غزل ہے استاد

اگستر۔ ہم اسی طرح لیا کرتے ہیں داد

پگیلیاں شاعر اچھے ہو مگر احمق ہو
آدمی کیا ہو ترے لق لق ہو

اگستر۔ یہ غزل سن کے بھی نادم نہ ہوئے تم

پگیلیاں۔ غم یہ ہے جاہلِ مُتناقض ہو تم

اگستر۔ کیا ہوا کچھ تو کہو

پگیلیاں۔ اہلِ نخوت سے ڈرو

اگستر۔ پھر یہاں کوئی خبیث الطرفین آیا تھا؟

پگیلیاں۔ یک نفس عیش و مسرت کی خبر لایا تھا

اگستر۔ کیا ہوا کھل کے ذرا بات کرو

پگیلیاں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ فن بھی کوئی مرجانہ ہے
عرصۂ جنگ میں جیتی ہوئی رُخسانہ ہے
کوئی بندی، کوئی باندی یہ کوئی دانش ہے
فن کی دیوی کوئی ناٹھو رنگت ناری ہے؟
جنسِ بازار ہے یہ رونقِ ہر محفل ہے
فن کی دیوی بھی کوئی پیکرِ آب و گل ہے
کوئی لچ پچ، حیا باختہ و عیش منش و دوش
رونقِ بستر و بالین و بہا پر آغوش
ان کی آنکھوں میں جو دیوی ہے تو زر کی دیوی
ادراک دانشتہ ہے علم و ہنر کی دیوی
آج کس شخص کی شامت آئی
کچھ غلط میں نے کہا ہے بھائی؟

اگستر۔

www.caarwan.com

اگستر۔ تم جو کہتے ہو بجا کہتے ہو

پگمیلیاں۔ فن کی دیوی نہیں سرمایۂ ایوانِ کرم
فن کی دیوی نہیں دریوزہ گرِ اہلِ حشم
یہ کسی شاہ کی محبوبۂ طنّاز نہیں
کسی جگ پال شہنشاہ کی ہمراز نہیں
یہ کوئی عشوہ گرِ لشکر و بازار نہیں
زینتِ مجلس و آرائشِ دربار نہیں
یہ ارم زاد ہے زائیدہ زرتشتِ خیال
تربیت یافتۂ بارگہِ حسن و جمال
شبنمستانِ تصور سے اٹھا جس کا خمیر
مسکراتے ہوئے تاروں کی طرح پاک ضمیر
چشمۂ نورِ سحر سے بھی درخشاں رخِ ناز
نغمۂ صورِ تمنا سے منوّر آواز
صحنِ صد رنگِ جہاں اس کی نظر کا پرتو
جنتِ لالہ و گل اس کے ہنر کا پرتو
اس کے جلووں سے دلِ کون و مکاں روشن ہے
سینۂ شیوا نگارانِ جہاں روشن ہے
اور پھر کون ہے جو اس کی ادائیں پائے
موجِ رم، بالِ پری زاد سے بازی لے جائے
کتنے نافہم ہیں یہ سودا پرستانِ حیات
ایک فنکار کو دیتے ہیں کرم کی خیرات
ناوک اندازِ ہنر لطف و کرم کیا جانیں
کون ہوتے ہیں شہنشاہ یہ ہم کیا جانیں

اگستر۔ کوئی وینس کا خریدار ادھر آیا تھا؟
پھر کوئی فن کا پرستار ادھر آیا تھا؟

پگمیلیاں۔ کوئی کنگال، زبوں حال نہیں ہیں ہم لوگ
ہوں بھی تو خادمِ ارزال نہیں ہیں ہم لوگ

مست و مجذوب ہیں پروائے زر و مال نہیں
فن کی دیوی کے پرستار ہیں، دلّال نہیں

(پگمیلیاں کی بیوی مرسینیا داخل ہوتی ہے)

مرسینیا۔ اس میں کیا شک ہے کہ فن کار ہیں آپ
فن کی دیوی کے پرستار ہیں آپ

پگمیلیاں۔ آؤ مرسینیا آؤ آؤ،

اگستر۔ بھابھی آداب بجا لاتا ہوں،

مرسینیا۔ بھائی جاں روم سے کب آئے ہیں
کوئی شہکار بھی کیا لائے ہیں

اگستر۔ روم میں کوئی بھی شہکار نہیں

پگمیلیاں۔ وہ تو معمار ہیں فنکار نہیں

اگستر۔ مصر و یونان کے نقال ہیں وہ

مرسینیا۔ ہائے کیا ایسے ہی کنگال ہیں وہ

اگستر۔ کچھ تھیٹر تو بنا رکھے ہیں

پگمیلیاں۔ وہ بھی لاشوں سے سجا رکھے ہیں

اگستر۔ خون بہانے کے ہزاروں حیلے

پگمیلیاں۔ ہر طرف لاشوں کے سونے ٹیلے

اگستر۔ ایک بندے کی خدائی توبہ

مرسینیا۔ دیوتاؤں کی دہائی! توبہ!

پگمیلیاں۔ تم تو کہتی ہو کہ فن کار ہیں وہ

مرسینیا۔ اب یہ سمجھی، کہ سیہ کار ہیں وہ

اگستر۔ روح اور جسم میں آہنگ نہیں

پگمیلیاں۔ خون کا رنگ کوئی رنگ نہیں

اگستر۔ رنگ تو روح کی رعنائی ہے

پگمیلیاں۔ جسم اک ٹوٹتی انگڑائی ہے

(سیرڈس داخل ہوتا ہے)

سیرڈس۔ کوئی امیرِ کبیر سرکار سے ملاقات چاہتا ہے۔

www.caarwan.com

پگمیلیاں ۔ اُسے بصد احترام لاؤ

مرسینیا مگر وہ کیا بات چاہتا ہے

سیروس قیاس کہتا ہے یہ نصیرس ہے

پگمیلیاں ۔ جس کا نوکر ہے وہ حرامی

اگستر مگر سنو جان من یہ انساں

پگمیلیاں ۔ (زہر خند کے ساتھ) تمام عالم میں ہے گرامی

مرسینیا جو در پہ آیا ہے تو بلا لو

پگمیلیاں ۔ تو مجھ سے پھر پوچھتے ہی کیا ہو

(سیروس باہر جا کر نصیرس کو اپنے ہمراہ اندر لاتا ہے)

نصیرس ۔ ہمیں نصیرس ہیں جن کو مردانِ باہنر خوب جانتے ہیں

اگستر (طنزیہ) حضور کو شہر بھر کے فن کار اپنا استاد مانتے ہیں

نصیرس ۔ تمہیں وہ پگمیلیاں ہو جس کے ہنر پہ ہم اس قدر فدا ہیں

پگمیلیاں ۔ جناب یہ نوجوان اگستر ہیں

مرسینیا ۔ شاعر و مردِ باصفا ہیں

اگستر حضور کی شفقت و عنایت ہے ورنہ بندہ تو بے ہنر ہے

نصیرس ۔ غزل و زل کا ہی شوق ہے یا کچھ اور بھی مطمحِ نظر ہے؟

اگستر (طنزیہ) غلام یہ چاہتا ہے شاعر جنابِ والا کے گیت لکھیں

نصیرس ۔ تو اس کا مطلب ہوا کہ تم آؤ گے کبھی، ہم اُمید رکھیں

اگستر (طنزیہ) حضور سا کوئی فیض گنجور آج ایتھنز میں کہاں ہے

پگمیلیاں (طنزیہ) جناب کے مرتبے کا انسان تو باعثِ فخرِ ناقصاں ہے

نصیرس ۔ ہم ایک دن اس نگار خانے میں آئے تھے پر ملے نہیں تم

پگمیلیاں ۔ حضور ٹکنے بھی دے کہیں زندگی کا یہ نو بہ نو تلاطم

نصیرس ۔ یہ چاہتے ہیں کہ تم سے فنکار کو نہ اپنے سے دور رکھیں
تمہارے فن کا بھی اک نمونہ خرید کر ہم ضرور رکھیں
مگر ہمیں وہ مجسمہ تو دکھاؤ جو تم بنا رہے ہو
نہ جانے وہ کون سی دیوی ہے کہ جس کو دنیا میں لا رہے ہو

پگمیلیاں ۔ مگر یہاں تو ہزاروں پیکر ہیں

اگستر ۔ ایک سے ایک خوب صورت

مرسینیا ۔ یہ دیکھنا چاہتے ہیں شاید

اگستر ۔ گلاٹیا کی حسین مورت

پگمیلیاں ۔ اٹھو اگستر، ادھر کا پردا ذرا گرا دو
وہ سامنے کا نقاب اٹھا دو
یہ نیم رخ دیوتا ہٹا لو
یہ پھول کچھ اس طرح بکھیرو کہ ان سے ہلکی شعاعیں ابھریں
وہ غرفہ یوں کھول دو کہ سورج کی نرم کرنیں لبوں پہ اتریں
اسی طرح ۔ ایسے

(گلاٹیا کے مجسمے سے نقاب ہٹا لیتا ہے)

اگستر ۔ ہائے یہ جسم یہ منشورِ خداوندِ شباب
امتزاجِ مے و مہتاب و ضمیرانِ گلاب
نخلِ محمود کی مانند قدِ پاک بلند
طاسِ افلاک سے پھر آج ہوئی خاک بلند
عکسِ رخسار میں تلوار کے سبزے کا جمال
لائے کیا سطوتِ مریخ و زحل تابِ جلال
مرمریں ہونٹوں کے خم ہائے یہ جوبن کا ابھار
زلف و رخ باعثِ فرخندگیٔ لیل و نہار
شامِ گیسوئے رسا سلسلۂ خوابِ طویل
ابروئے ناز کی نازک سی یہ محرابِ جمیل
بابِ نصرت کی طرح روشن و درخشاں سینہ
چاند کی طرح جھمکتا ہوا عریاں سینہ
دست و پا معجزۂ کوششِ فنکار نشاں
چال میں طنطنہ و طرز و طرازِ مستاں
پارۂ سنگِ مکرم ہے کہ یہ پیکرِ عاج
ہائے یہ حورِ سرشت و بتِ شائستہ مزاج

www.caarwan.com

بنتِ مہتاب ہے یہ دُختِ فراہید ہے یہ
غیرتِ سلسلۂ زہرہ و ناہید ہے یہ

پگمیلیاں - . . . .

واہ مرے یار مرے شاعرِ شیدائے جمال
یہ ترا ذوقِ نظر، یہ ترا معیارِ کمال

نصیرس - تری دکاں میں جو ہر روز لوگ آتے ہیں
وہ کیا اسی طرح بیکار سر کھپاتے ہیں

پگمیلیاں - یہ لوگ اہلِ کرم کی طرح نہیں سرکار

مرسینیا - جو دل میں ہو وہ زباں پر نہ لا سکیں زنہار

پگمیلیاں - یہ لوگ صاحبِ دل، اہلِ حال ہوتے ہیں

مرسینیا - فقیر، مست، غنی، بے مثال ہوتے ہیں

نصیرس - غریب لوگ نہیں ہم سے معتبر صاحب

پگمیلیاں - سند ہے ان کا مگر حرفِ مختصر صاحب

نصیرس - سمجھ سے اپنی تو باہر ہے جو کہا اس نے

پگمیلیاں سمجھ کا آپ کو الزام بھی دیا کس نے

مرسینیا - ہنر کی بات، ہوا و ہوس کی بات نہیں

پگمیلیاں - کسی رئیسِ گرامی کے بس کی بات نہیں

مرسینیا - رموزِ فکر و سخن یہ کہاں سمجھتے ہیں

پگمیلیاں - متاعِ فن کو بھی کارِ دکاں سمجھتے ہیں

مرسینیا - یہ لوگ صاحبِ فن کی نہ کر سکیں تعظیم

پگمیلیاں - وہی نمائشی آداب، بیہدہ تسلیم

نصیرس - ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ یہ سخن کیا ہے

مرسینیا - تو جانتا نہیں اعجازِ کوہکن کیا ہے

(اگستر جو اب تک مجسمے کی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ عالمِ وارفتگی میں پکار اٹھتا ہے)

اگستر - یہ جسمِ دولتِ نایاب و جنتِ شاداب
حریمِ کیف، شبستانِ عیش، خلدِ شباب
نمودِ بخت، نویدِ کرم، نشاطِ جمال

عروجِ نیرِ اقبال، اوجِ ماہِ کمال
نزولِ نغمہ، نشیدِ طرب، نسیمِ بہار
فروغِ سنگ، فسونِ ہنر، فریبِ آثار
یہ شام کاکلِ مشکیں لبوں کے نیم ہلال
کمانِ ابروئے خمدار، قوسِ قصرِ جمال
یہ آنکھیں ہوش بر آہوانِ آوارہ
فضائے نور میں سیارگانِ آوارہ
کمر کہ جس پہ فدا تیغِ شیفتہ دم ہو
وہ بل وہ لوچ کہ لہروں کی آنکھ پُرنم ہو
رخِ قدم سے نمایاں صراط و سمتِ صواب
پھریں نہ راہروانِ جہاں بہ حالِ خراب
نظر نظر کو نصابِ ہنر کا باب کہیں
بیاضِ دوش کہ حوریں جسے کتاب کہیں
خرام وہ کہ نسیمِ سحر بھی آہ بھرے
چراغِ بابلیاں گل ہو گفتگو جو کرے

نصیرس - ختم یہ قافیہ پیمائی کرو گے کہ نہیں،

پگمیلیاں - کس طرح بیچ دیں کس طرح یہ ماہِ سیمیں

نصیرس - جس قدر دام و درم چاہو گے گھر بھیجیں گے

پگمیلیاں - کہہ دیا ہم نے کہ یہ بت نہ کبھی بیچیں گے

نصیرس - شاعرِ سیف زباں کا ہے یہ سارا اعجاز

پگمیلیاں - ایک شاعر ہی سمجھ سکتا ہے تخلیق کا راز

اگستر - خون سے معجزۂ فن کی نمو ہوتی ہے
فطرتِ سنگ یہاں آئینہ رو ہوتی ہے

نصیرس - آپ فرمائیے کیا لیجئے گا اس کا جناب

اگستر - بھائی پگمیلیاں ان کا بھی نہیں کوئی جواب

نصیرس - ہاں تو کیا لیں گے جناب

پگمیلیاں - کچھ بھی ہو ہم نہیں بیچیں گے یہ بنتِ مہتاب

www.caarwan.com

نصیرس۔ اب تو ہم چلتے ہیں لیکن کبھی پھر آئیں گے
مرسینیا۔ آپ آئے بھی تو بھر پائیں گے
(نصیرس نکل جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ پردہ گرتا ہے۔)

○

پہلا ایکٹ، تیسرا منظر

(پگیلیاں نگار خانے میں جانا چاہتا ہے۔ مرسینیا اسے روکنا چاہتی ہے)

مرسینیا۔ سمجھ میں آتا نہیں کہ رہتے ہو کس لئے اِس قدر پریشاں
شریف مردوں کو زیب دیتا نہیں کہ گھر سے رہیں گریزاں،
پگیلیاں۔ کبھی شکایت کبھی گلہ ہے
میری وفاؤں کا یہ صلہ ہے
مرسینیا۔ یہ عاشقی واشقی تو بندی کو پھوٹے دیدوں نہیں ہے بھاتی
لگاتے چرکے ہو اپنی بیوی کو شرم تم کو نہیں ہے آتی
پگیلیاں۔ یہ آج کیسی حکایتیں ہیں،
نہ جانے کیسی شکایتیں ہیں
مرسینیا۔ جناب جو کچھ میں کہہ رہی ہوں شکایتیں ہیں نہ یہ گلے ہیں
مگر کبھی دل میں یہ نہ سمجھو کہ میری بیوی کے لب سلے ہیں
پگیلیاں۔ سمجھ میں آتا نہیں یہ کیا ہے
تمہیں یہ کیا آج ہو گیا ہے
مرسینیا۔ خدا مرے دشمنوں کو سودا کرے میں کوئی سڑی نہیں ہوں
میں ان پھپھٹ بازیوں سے واقف ہوں میں کوئی بالڑی نہیں ہوں
پگیلیاں۔ یہ کون کہتا ہے "بالڑی" ہو
زبیس کی سوگند پھلجھڑی ہو
مرسینیا۔ کوئی پتریا، کوئی طوائف کوئی کھیلن مجھے نہ سمجھو
میں ہاتھ پکڑی نہیں کوئی بیسوا، بندھیلن مجھے نہ سمجھو

پگیلیاں۔ جناب میری بیاہتا ہیں
حضور ہی تو مری خدا ہیں
مرسینیا۔ خدا تو سب کا وہ آپ ہے پر نہیں ہوں میں بھی کسی کی دائی
یہ مجھ سے دربانیاں نہ ہوں گی سدا جئیں میرے سات بھائی
پگیلیاں۔ یہ دو کسی اور کو ڈراوا
مجھے نہیں ہے کسی کی پروا
مرسینیا۔ جو تم بڑے ہو تو اپنے گھر ہو نہیں میرے بھائیوں کے والی
ہزار تم سے رئیس رہتے ہیں اُن کے در پر سدا سوالی
پگیلیاں۔ میں خوب سالوں کو جانتا ہوں
سخاوتیں اُن کی مانتا ہوں
مرسینیا۔ سخی نہیں ہیں تو آپ کی طرح ایسے قلاش بھی نہیں ہیں
وہ گھر گرہستی ہیں کوئی لوفر، لفنگے اوباش بھی نہیں ہیں
پگیلیاں۔ مجھے بھی گھر بار سے ہے الفت
مجھے بھی بیوی سے ہے محبت
مرسینیا۔ میں ایسے جھانسے میں آنے والی نہیں ہوں یہ بات صاف سن لو
طلاق دے دو یا گھر بساؤ جو راہ درکار ہو وہ چن لو
پگیلیاں۔ یہ کیسی بکواس کر رہی ہو
خبر نہیں کیوں بپھر رہی ہو
مرسینیا۔ خبر جو ہوتی تو میرے ابا نہ یوں کبھی تم کو منہ لگاتے
شریف زادوں کی طرح سب کو دکھائی دیتے تھے چپ چپاتے
پگیلیاں۔ شریف زادہ نہیں تو کیا تھا
کوئی لفنگا، لقندرا تھا
مرسینیا۔ بری نہ ہوتی جو میری قسمت تو کیا تمہارا وہ نام لیتے
کنوئیں میں مجھ کو دھکیل دیتے کسی قصائی کو بیچ دیتے
پگیلیاں۔ ابھی جواں ہیں ابھی تو رخشاں ہیں وہ جنوں خیز چاند راتیں
کہ جن کی آغوشِ پاک میں ہم نے کی ہیں سرو وفا کی باتیں
میں آج بھی دیکھتا ہوں جا کر تو نرگسِ غمزدہ ہے خنداں

www.caarwan.com

ابھی تلک چشمِ ناز کی شوخیوں سے ہے اُس کی روح رقصاں
شمیمِ گیسوئے مُشک بُو سے چمن کا ہر کُنج مشک بُو ہے
ابھی تلک پھُول پھُول کے لب پہ تیرے ہونٹوں کی گفتگو ہے
ابھی تو آباد ہیں وہ معصوم نکہتیں تیرے پیرہن میں
کہ جن کے رہتے ہیں روز و شب تذکرے بہاروں کی انجمن میں
ابھی تو اہلِ چمن کو بھُولی نہیں تری قامتِ کشیدہ
ہیں آج بھی تیغِ ریختہ دم کی طرح سرو و سمن خمیدہ
ابھی تو وہ کُنجِ زرفشاں ہیں، وہ خلوتیں بھی سحر نشاں ہیں
جو تیرے بوسوں کے نُور سے طلعتِ نگاریں سے جاوداں ہیں

مرسینیا۔ میں جانتی ہوں یہ ساری باتیں
مجھے بھی ہیں یاد چاند راتیں

پگمیلیاں۔ تو پھر یہ کیسی پھٹی پھٹی باتیں آج تم کر رہی ہو ہم سے

مرسینیا۔ مگر اکیلے میں جو گذرتی ہے کوئی پوچھے وہ میرے دم سے

پگمیلیاں۔ یہ اِتنی سی بات پر لڑائی

مرسینیا۔ تمہیں تو اب تک نہ شرم آئی

پگمیلیاں۔ لو بخش دو شرمسار ہوں میں
تمہارا خدمت گزار ہوں میں

(مرسینیا کو آغوش میں بھینچ لیتا ہے)

مرسینیا۔ یہ نوچا کھوچی
یہ چھینا جھپٹی
الٰہی توبہ!
ذرا کو نچلے تو بیٹھو صاحب
یہ چھوٹے کپڑے بھی پھٹ گئے ہیں۔
بڑے ہی وہ ہو
الٰہی توبہ ....

(پگمیلیاں ہنستے ہنستے چھوڑ دیتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے)
آہستہ آہستہ پردہ گرتا ہے

دُوسرا ایکٹ۔ پہلا منظر

(پگمیلیاں اور اگستر نگار خانے میں بیٹھے ہوئے مصروفِ گفتگو نظر آتے ہیں)

اگستر جانے کیا بات ہے سب اُس کا ادب کرتے ہیں

پگمیلیاں۔ جو سمجھ دار ہیں وہ لوگ تو کب کرتے ہیں

اگستر۔ لوگ کہتے ہیں کہ دُنیا میں نہیں اُس کا جواب

پگمیلیاں۔ منہ میں جو آتا ہے بک دیتے ہیں یہ لوگ جناب

اگستر۔ شرفا جتنے ہیں سب اُس کو بڑا کہتے ہیں

پگمیلیاں۔ اک تیرتھ کو یہ لوگ خُدا کہتے ہیں

اگستر۔ پھر بھی یہ لوگ مری جان بھرم رکھتے ہیں

پگمیلیاں۔ عقل و ایماں سے تعلق بھی تو کم رکھتے ہیں

اگستر۔ تائی ریّنت اپنے مگر لوگوں کو کیا دیتے ہیں

پگمیلیاں۔ "زہر سُقراط سے ناصح کو پلا دیتے ہیں"

اگستر۔ لیکن ہر چیز کی اُجرت وہ سوا دیتا ہے

پگمیلیاں۔ اور پھر چار گُنا بھی تو کما لیتا ہے

اگستر۔ یار کچھ کھُل کے کرو مجھ سے خدا را باتیں

پگمیلیاں۔ گُربۂ زاہدِ سکیں کی بتاؤں گھاتیں

اگستر ہاں

پگمیلیاں سنو

نہ تو فن سے ہے نصیریں کو نہ فن کار سے کام
اس کو رہتا ہے مری جاں زرِ بے کار سے کام
دل آشفتہ مزاجاں کی خبر کیا اُس کو
کون سی چیز کا ہے نام ہُنر، کیا اُس کو
یار لوگوں کی ضرورت پہ نظر رکھتا ہے
بیچنے والوں کی صُورت پہ نظر رکھتا ہے
ورنہ فن کار ہُوا کرتے نہیں اِتنے ذلیل
درم دام بھی ہوتے نہیں عظمت کی دلیل

اگستر

www.caarwan.com

پگیلیاں۔ جو نصیریں کی طرف یوں نگراں رہتے ہیں
اگستر۔ اپنی عظمت کے سدا مرثیہ خواں رہتے ہیں
پگیلیاں۔ سستے داموں وہ کوئی چیز جو ہتھیاتا ہے
دوسرے شہروں میں جاتا ہے تو بیچ آتا ہے
اگستر۔ میں تو سنتا ہوں کہ فن پاروں پہ رہتا ہے فدا
اتنا بد ذات ہے وہ یہ مجھے معلوم نہ تھا
پگیلیاں۔ مجھ سے پوچھو کہ وہ کرتا ہے تجارت کیسے
کس طرح دیتا ہے فن کار کو گن کر پیسے
دس کا مرمر ہے تو دس آپ کی محنت کے لئے
ورنہ چھ کافی تھے چھ دن کی مشقت کے لئے
یوں بھی کچھ آپ کے اوزاروں پہ خرچ آتا ہے
مطرب دے یہ بھی ایک آدھ تو ٹوٹ جاتا ہے
کیا ہوا آپ کو گر بیس درم دیتے ہیں
گن کے انعام کہیں اہل کرم دیتے ہیں
اگستر۔ ہم نے دیکھا نہ کوئی ایسا گھمیں
تخم مردود و خسیس ابن خسیس،
پگیلیاں۔ ہر خد و خال و خط و خم کی لگا کر قیمت
بے حیا بڑھ کے اٹھا لیتا ہے اک اک مورت
اور یہ کہتا ہے کہ ہم گھر میں سجائیں گے اسے
اپنے احباب و اقارب کو دکھائیں گے اسے
اور فن کار یہ نامرد تکتے فنکار
نصف قیمت پہ اٹھا دیتے ہیں اپنے شہکار
وہ سمجھتے ہیں نصیریں کوئی دیدہ ور ہے
اس کا اک لفظ بھی تحسین کا اک دفتر ہے
اگستر۔ یہ وہ ظالم ہے کہ دوزخ میں نہ پائے گا پناہ!
ایسے خنزیر سے بچنے کی نہیں کوئی بھی راہ!
پگیلیاں۔ ہم میں غدار ہیں، مکار ہیں عیار بھی ہیں

حادثہ یہ ہے کہ دو چار تو فنکار بھی ہیں
کوئی بھی ان میں نہیں بغض و عداوت سے بری
ہر گھڑی دل شکنی، طعنہ زنی، حرف گری
اچھی باتوں سے تو یکسر ہی یہ بندے خالی
جس طرح دودھ سے ہوتے ہیں پرندے خالی
چیر انہیں لوٹنے والا بھی جو دانا ہوگا
نہ تو عزت کوئی ہوگی نہ ٹھکانا ہوگا
اگستر۔ تم نے اچھا کیا اس روز جو دھتکار دیا
اس کمینے کو حکومت بھی نہیں دیتی سزا
بات کرتے ہوئے کس طرح وہ اتراتا ہے
جیسے ہر شخص اسی کا تو دیا کھاتا ہے
پگیلیاں۔ وہ سمجھتا ہے کہ شاید کوئی نادار ہوں میں
کاش وہ اتنا سمجھ لیتا کہ فنکار ہوں میں
تیشہ و زر کے آداب ہیں معلوم مجھے
زندگی کرنے کے اسباب ہیں معلوم مجھے
برف پروردہ چٹانوں پہ نظر رکھتا ہوں
کوچۂ نافذۂ جساں کی خبر رکھتا ہوں
خالقِ ارض و سما سے میرا یارانہ ہے
کارِ تخلیق سے بندہ کہیں بیگانہ ہے؟
اگستر۔ اپنے یارانے کی بھی خوب کہی ہے تم نے
ضربِ ہر سنگ بھی سینے پہ سہی ہے تم نے
اس میں کیا شک ہے کہ فنکار ہو خلاق ہو تم
خود صنم ساز ہو خود کعبۂ عشاق ہو تم
پگیلیاں۔ پارۂ سنگِ سلیماں ہو کہ سنگِ شجری،
یشب و یاقوت و حجر ہو کہ عقیقِ یمنی،
سنگِ بلور ہو یا مرمرِ رخشندہ ہو
صورتِ سنگِ قمر لوحِ درخشندہ ہو

www.caarwan.com

لختِ صفوان و سولیشم ہو کہ طلام و ملاس
صفحۂ سنگِ نمک ہو کہ بیاضِ الماس
وہ زمرّد کہ زبرجد ہو کہ منصال و رخام
مجھ سے پوشیدہ نہیں سنگ و صدف کی اقسام
سینۂ سنگ پہ ہوتی ہے جو ایک ایک خراش
اُس کے اسرار سے واقف ہے دلِ خارا تراش
میں بتا سکتا ہوں اِک تودۂ خس میں کیا ہے
کون سے جسمِ گرامی کا یہ گہوارہ ہے
طفلِ معصوم ہے یا کوئی نگارِ زیبا
کون سی خاک سے ہوتے ہیں مغنّی پیدا
کون سی طین کی طینت میں ہے تخریب و صواب
حاملِ خیر و شرف کون سی ہے پاک تراب
کون سے شہر کی مٹی سے حسیں اُٹھتے ہیں
کون صلصال سے یہ ماہ جبیں بنتے ہیں
کون سی گل سے اُٹھا کرتا ہے شاعر کا خمیر
کون سی کان کے پروردہ ہیں، یہ پاک ضمیر
قوّتِ جاذبۂ خاک ہے معلوم مجھے
سینۂ ارض کا ہر چاک ہے معلوم مجھے

اگستر۔ یہ نظر جس کی ہو، یکتائے زمن ہوتا ہے
صاحبِ فن ہی نہیں کعبۂ فن ہوتا ہے

پگمیلیاں۔ قسم اُس حلّہ گرِ خاک کی اے یارِ حبیب
میں سمجھ سکتا ہوں ہر سنگِ گرامی کا نصیب
کوہساروں کی طرف آنکھ اٹھاؤں جو کبھی
کانپ اُٹھتا ہوں نظر آتے ہیں وہ سروِ سہی
رقص میں لالہ رخانِ چمن آرا کے ہجوم
زیرِ ہر سنگ حسینانِ جہاں سوز کی دھوم
جس گھڑی چاہوں وہیں نور کے پیکر بن جائیں

سنگ ریزوں سے جو کہہ دوں تو بشر بن جائیں

اگستر۔ واہ کیا بات ہے، کیا بات ہے کیا بات ہے دوست
فن پہ یہ دسترس و ناز کرامات ہے دوست

پگمیلیاں۔ باعثِ فخر ہے یہ دل دہی و دل داری
کیا سمجھ پائیں یہ حکّاک میری فنکاری
میں سمجھ سکتا ہوں یہ کارِ جگر سوز ہے کیا
صنعتِ سنگ و صنم کوبِ شب و روز ہے کیا
سنگ اُٹھاؤں تو اُسے روئی کا گالا کر دوں
ضربِ تیشہ سے زمانے میں اُجالا کر دوں،

اگستر۔ اور اُجالا تو مری جان ہوا چاہتا ہے

پگمیلیاں۔ ہاں مرے درد کا درمان ہوا چاہتا ہے

اگستر۔ یوں کہو موت کا سامان ہوا چاہتا ہے

پگمیلیاں۔ خیر بن جانے دو پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے

اگستر۔ بات کرتے ہو تو اِک حشر بپا ہوتا ہے

پگمیلیاں۔ تم سے کرتا ہوں مری جان یہ ساری باتیں
ورنہ تم جانتے ہو اہلِ کرم کی گھاتیں

اگستر۔ حسن بخشتا ہے تو کب حسنِ بیاں بخشو گے
جانے کس روز گلائی کو زباں بخشو گے (چلنے لگتا ہے)

پگمیلیاں۔ بیٹھو بیٹھو ابھی آئے ہو کہاں جاتے ہو

اگستر۔ میں جو آتا ہوں کوئی کام بھی کر پاتے ہو

پگمیلیاں۔ کام تو ہوتا ہی رہتا ہے ذرا بیٹھو تو

اگستر۔ میں جو بیٹھا تو بُرا مانے گی تیری گلّو (چلنے لگتا ہے)

پگمیلیاں۔ اب کہ تم آئے تو میں گلّو سے ملواؤں گا

اگستر۔ میرا کیا ہے میں کسی روز بھی آ جاؤں گا

پگمیلیاں۔ اُسے دیو .....

(آہستہ آہستہ پردہ گرتا ہے)

www.caarwan.com

دُوسرا ایکٹ دُوسرا منظر

نصیرس کا مکان، فن کاروں کی دعوتِ عام ہے۔ سوائے پگیلیاں کے اتھنز بھر کے مجسمہ ساز اور سنگ تراش جمع ہیں۔ پردہ اٹھتا ہے تو لوگ بڑے مزے سے دعوت اُڑا رہے ہوتے ہیں۔ نصیرس ایک میز کے پاس کھڑا ہوا ہے۔

نصیرس۔ آپ کا اپنا مکاں ہے یارو
پہلا فنکار۔ ایسا انسان کہاں ہے یارو
نصیرس۔ آپ لوگوں کا یہ اپنا گھر ہے
دوسرا فنکار۔ کوئی ایسا بھی کرم گستر ہے
نصیرس بے تکلف جو طلب ہو کھاؤ
اپنے خادم سے نہ یوں شرماؤ
تیسرا فنکار۔ کتنا خوش خلق ہے اور کتنا عظیم
چوتھا فنکار۔ نیک، فیاض، غنی، مرد کریم
نصیرس۔ اپنی خوش بختی پہ مسرور ہوں میں
عزت افزائی پہ مشکور ہوں میں
پانچواں فنکار۔ آپ شرمندہ ہمیں کرتے ہیں
چھٹا فنکار۔ آپ کے لطف پہ ہم مرتے ہیں
نصیرس۔ او اگیراس اِدھر لا تو شراب
اور نیاریس اِدھر دے تو کباب

(دوسری میز پہ پہنچتا ہے)

نصیرس۔ آپ کے لطف و کرم پر ہے بڑا ناز مجھے
آپ سے اہلِ ہنر کہتے ہیں دمساز مجھے
ایک فنکار۔ آپ تو محسنِ ارباب نظر ہیں صاحب
دوسرا فنکار۔ آپ تو مرشدِ اصحابِ ہنر ہیں صاحب
تیسرا فنکار۔ آپ کے لطف سے دل روشن ہے
چوتھا فنکار۔ آپ سے حرمتِ اہلِ فن ہے
نصیرس۔ او نصیرس اِدھر لا کوئی جام

کتنی اچھی ہے یہ شام
پانچواں فنکار۔ آپ اچھے ہیں تو اچھا ہے سماں
نصیرس۔ میں کہاں آپ سے فنکار کہاں
چھٹا فنکار۔ واہ سرکار نے یہ خوب کہی
نصیرس۔ آپ سے خوب ملاقات رہی

(تیسری میز پہ جاتا ہے)

ایک فنکار۔ نہیں ہے کوئی بھی آج ایتھنز میں نصیرس کے مرتبے کا
دوسرا فنکار۔ مجسموں کا تو خاص کر ایسا قدرداں آج تک نہ دیکھا
ایک خادم۔ حضور ساغر بھرے پڑے ہیں۔
تیسرا فنکار۔ تمام یونان میں نصیرس کی عظمتوں کے علم گڑے ہیں
دوسرا خادم۔ ہمارا آقا بڑا دھنی ہے۔
چوتھا فنکار ثراثنی ہے، بڑا غنی ہے۔
پہلا یہ بات سب جانتے ہیں بھائی
تیسرا وہ کون فنکار ہے نصیرس نے غم سے جس کو نہ دی رہائی
پانچواں فنکار۔ یہ جام اٹھا لو
دوسرا فنکار۔ سنو ہنسا دو
نصیرس۔ آپ نے کچھ بھی نہ کھایا نہ پیا
چوتھا فنکار بندہ پرور نے تو شرمندہ کیا
نصیرس۔ آپ لوگوں کا یہ گھر ہے بھیا
سب فنکار۔ شکریہ، شکریہ

(نصیرس چوتھی میز کی طرف چل دیتا ہے)

ایک فنکار۔ سمیٹ لو یہ تھالیاں
دوسرا فنکار۔ اٹھا بھی لو پیالیاں
تیسرا فنکار۔ یہ ساغر و سبو ہیں کیا پڑے ہوئے
چوتھا فنکار۔ (لوگرے) ہیں آپ سرچ کس لئے کھڑے ہوئے
دوسرا فنکار۔ پلاؤ ایک جام آبِ سرد کا
پانچواں فنکار۔ نہیں جواب اس جوان مرد کا

www.caarwan.com

نصیر س ۔ کر سکا کوئی نہ خدمت یہ ندامت ہے مجھے
آپ تشریف جو لائے ہیں تو راحت ہے مجھے

چھٹا فنکار ۔ آپ کے لطف و کرم کا نہیں عالم میں جواب
دوسرا فنکار ۔ آپ سے بڑھ کے نہ دیکھا کوئی خورشید رکاب
تیسرا فنکار ۔ آپ ہیں منبعِ صد فیض و کرم ، مجسمہ نوال
چھٹا فنکار ۔ نیک دل ، نیک سیرت ، نیک نظر ، نیک خصال

(تیسری میز پہ بیٹھا ہوا ایک فنکار کھڑا ہو جاتا ہے)

فن کار ۔ تمام دوست کہہ رہے ہیں شکریہ ادا کروں
مگر مرا یہ قاعدہ نہیں کہ میں ثنا کروں
تمام جانتے ہیں آپ مردِ فن پرست ہیں
فراخ دل ، فراخ حوصلہ ، فراخ دست ہیں
یہ قدر دانیاں ، ہنر وروں پہ مہربانیاں
یہ جام یہ سبو ، خلوص و لطف کی نشانیاں
میں کس لئے کروں جناب آپ کی خوشامدیں
ہیں آپ کو بھی ناپسند یہ ذلیل عادتیں
تمام اہلِ فن مگر یہ کہہ رہے ہیں برملا
ہیں آپ اُن کے ناخدا ہیں آپ اُن کے پیشوا
دعا کہ آپ خوش رہیں دعا کہ شاد ماں رہیں
صنم کدوں کے نور سے دل و نظر جواں رہیں

(تالیوں کے شور میں فنکار بیٹھ جاتا ہے)

نصیر س ۔ دوستو لاؤں کہاں سے یہ مرصع الفاظ
اور حاصل بھی نہیں مجھ کو یہ حسنِ انجاز
آپ کے لطف و عنایات کا مرہون ہوں میں
یہ بھی کہنے کی کوئی بات ہے ممنون ہوں میں
آپ لوگوں کا نہیں آج زمانے میں جواب
یہ حقیقت ہے حقیقت ہے حقیقت ہے جناب
ولیاں آپ سے انداز طلب کرتی ہیں

دولت طنطنہ و ناز طلب کرتی ہیں
دیوتاؤں کو اگر آپ نہ دیں شانِ جلال
جی میں آئے نہ کبھی اُن کی پرستش کا خیال
آپ چاہیں تو کنیزوں کو زلیخا کر دیں
آپ مُردوں کو جو چھو لیں تو مسیحا کر دیں
آپ کے فن سے روایاتِ وطن زندہ ہیں
اپنے سالار ہوں یا اہلِ سخن ، زندہ ہیں
آپ کے لطف سے تقدیر بدل جاتی ہے
موت بھی آئے تو کترا کے نکل جاتی ہے
حادثہ یہ ہے کہ فنکار ہیں بدحال و تباہ
آپ چاہیں تو ہے ذلت سے نکلنے کی بھی راہ

ایک فنکار ۔ آخریں باد بریں ہمتِ مردانہ تو
دوسرا فنکار ۔ چپ رہو
تیسرا فنکار ۔ یادِ گزشتہ
نصیر س ۔ صاحبو آپ سے ہے اتنی گزارش میری
ایک مدت سے رہی ہے یہی خواہش میری
کوئی تنظیم ، کوئی ایسا ادارہ بن جائے
کوئی بھی صاحبِ فن گھٹ کے نہ مرنے پائے

ایک فنکار ۔ ماشاء اللہ
دوسرا فنکار ۔ واللہ
تیسرا فنکار ۔ مرحبا
چوتھا فنکار ۔ واہ کیا بات کہی ہے صاحب
نصیر س ۔ آپ گر خوش ہیں یہ تجویز و سفارش سن کر
آؤ بکھرے ہوئے دانوں کو پرو دیں چُن کر

ایک فنکار ۔ ان سے بڑھ کر تو نہیں کوئی مربی نہ ملا
دوسرا فنکار ۔ اپنی خدمات کا چاہا نہ کبھی کوئی صلا
تیسرا فنکار ۔ جناب یہ شمس بے ریا ہے

www.caarwan.com

چوتھا فنکار۔ رئیس ہو کر بھی با صفا ہے

پانچواں فنکار۔ بھلا کہو تو کوئی اس کرم کی بھی حد ہے ؟

چھٹا فنکار۔ جو بد گماں ہو نصیرں کی ذات سے بد ہے ۔

ساتواں فنکار۔ یہ خلوص و کرم کہاں صاحب

آٹھواں فنکار۔ ہے غنیمت یہ مہرباں صاحب

نواں فنکار۔ حضور اس انجمن کے گر سرپرست بن جائیں تو کرم ہو

نصیرں ۔ یہ کام تو وہ کرے کہ جس کو نہ اور دنیا میں کوئی غم ہو

دوسرا فنکار۔ حضور سا کوئی فن کا نقاد آج ایتھنز میں کہاں ہے

چوتھا فنکار۔ حضور سے بڑھ کے کون ہم ناقصوں کا اس طرح قدرداں ہے

نصیرں ۔ میں انجمن سازیوں کا لوگوں کی طرح عادی نہیں ہوں لیکن
مگر نہ جھوٹے گا اے جوانانِ ہمنہ مجھ کو آج کا دن
مری گزارش قبول فرما کے سربلندی مجھے عطا کی
میں آپ کے سب حقوق منواؤں گا اگر عمر نے وفا کی

دسواں فنکار۔ کاش پگلیاں آیا ہوتا

گیارھواں فنکار۔ تو اسے ساتھ ہی لایا ہوتا

بارھواں فنکار۔ یار اس کو بھی بلایا ہوتا

تیرھواں فنکار۔ سن ہی لے گا وہ ہماری باتیں

دسواں فنکار۔ تم بتا دینا یہ ساری باتیں

نواں فنکار۔ پگ نہیں ہے تو کوئی بات نہیں

آٹھواں فنکار۔ گویا مدت سے ملاقات نہیں

چودھواں فنکار۔ اس کا آنا تھا ضروری یارو

پندرھواں فنکار۔ رہ گئی بات ادھوری یارو

نصیرں ۔ (سن لیتا ہے) ہمیں پگلیاں سے کوئی بھی پرخاش نہیں
یہ بھی ہم جانتے ہیں وہ کوئی اوباش نہیں
آپ کے مرتبہ و منصب و عزت کی قسم
وہ تو فن کار نہیں آپ کی عظمت کی قسم
آپ کے دم سے حکایاتِ وفا زندہ ہیں

آپ کے فن سے بشر ہوں کہ خدا زندہ ہیں
آپ مردانِ ہنرمند ہیں اور صاحبِ فن
کیا خبر اس کو پری ذات ہے کیسا لعل یمن
نہ تو وہ کوئے نجف سمجھے نہ یاقوتِ کبود
سنگِ احمر کسے کہتے ہیں، کسے سنگِ یہود
آپ کی ذات سے ہر معبد و جیکل ہے بہشت
آپ کے خوں سے رخِ دہر میں کلیسا و کنشت
بے حیائی تھی اگر آج بلاتا اس کو
آپ لوگوں کے مقابل میں بٹھاتا اس کو

پہلا فنکار۔ وہ خود سر نوجواں مغرور بھی ہے

دوسرا فنکار۔ مگر یہ تو کہو مشہور بھی ہے؟

چوتھا فنکار۔ نہ جانے خود کو وہ کیا سے سمجھتا

چھٹا فنکار۔ وہ ہر فن کار سے بھی ہے اُلجھتا

پانچواں فنکار۔ ہم سے تو بات بھی کب کرتا ہے ؟

ساتواں فنکار۔ بے حیا کس کا ادب کرتا ہے ؟

نواں فنکار۔ اس نے والد کو بھی بدنام کیا

آٹھواں فنکار۔ عمر بھر ایک یہی کام کیا

نصیرں ۔ آپ کہتے ہیں تو میں اس کو بلا لاتا ہوں
اس کی دکان پہ جا کر ابھی لے آتا ہوں

نواں فنکار۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں

دسواں فنکار۔ ایسا کبھی نہ ہوگا جناب والا

بہت سے فنکار۔ کہاں کا فنکار ہے وہ سالا

اور کچھ فنکار۔ وہ لنڈا پیسر ہی کیا ہے اُسے ہم کیا سمجھتے ہیں !

اور کچھ فنکار۔ وہ جاہل ہیں جو اس مردود کو اپنا سمجھتے ہیں

پہلی نیز کے فنکار۔ ہم ایسے مغرور کو تو اس انجمن میں ہرگز نہ آنے دیں گے

دوسری نیز کے فنکار۔ ہم ایسے ملعون سے اسی طرح دو سو انتقام لیں گے

سب۔ اسی طرح انتقام لیں گے

www.caarwan.com

اِسی طرح اِنتقام لیں گے

نصیرس ۔ تو فیصلہ یہ ہُوا کہ پگمیلیاں کو ہرگز نہ مُنہ لگائیں
کبھی نہ اُس کی دکاں پہ جائیں کبھی نہ اپنے یہاں بُلائیں
مگر مرے دوستو مرے صاحبو .....

دو چار فنکار ۔ اگر مگر کچھ نہیں ہے صاحب، یہ فیصلہ ہم نے کر دیا ہے
جو کوئی فنکار اُس کا حامی حمایتی ہو، وہ بے حیا ہے

سب کے سب ۔ وہ بے حیا ہے، وہ بے حیا ہے، وہ بے حیا ہے

نصیرس ۔ رکھیں نہ جب آپ ایسے اہلِ ہُنر کسی سے جو بھائی چارا
وہ نامراد ایک دن بھی تو کر سکے نہ ایتھنز میں گذارا
وہ ٹھوکریں کھا کے اہلِ فن کی کرے گا تعظیم دیکھ لینا
وہ آپ کی عظمت و فضیلت کرے گا تسلیم دیکھ لینا

ایک ۔ انجمن کی یہ سفارش ہے جناب
آپ سے اِتنی گزارش ہے جناب
سرپرستی نہ کبھی اُس کی کریں
اُس کے سائے سے بھی سرکار بچیں

نصیرس ۔ آپ کے حکم کی تعمیل مرا ایماں ہے ۔
اور ایمان پہ جو چیز بھی ہے قرباں ہے ۔

سب کے سب ۔ واہ واہ واہ واہ
شکریہ، شکریہ
مرحبا مرحبا

(فنکار اُٹھنے لگتے ہیں آہستہ آہستہ پردہ گرتا ہے)

○

دُوسرا ایکٹ تیسرا منظر

(پگمیلیاں کے ہنرمند غلام اپنے نگار خانے میں محوِ گفتگو نظر آتے ہیں)

اجیمس ۔ آج سے اپنا ملنا جُلنا بند ہُوا

جان کا لاگو اِک اِک دولتمند ہُوا

انی سس ۔ دُشمن سارا شہر ہُوا

سیروس ۔ کون سا ایسا قہر ہُوا

نیرس ۔ جانِ برادر لوگ کبھی فنکاروں کے ہمدرد نہ تھے

سیروس ۔ یونانی گو کچھ بھی سہی، پر ایسے تو نامرد نہ تھے

اجیمس ۔ ایسے اوچھے ہتھیاروں سے اپنے لوگ تو بیگانے تھے

انی سس ۔ اہلِ سخن کے شیدائی تھے اہلِ ہُنر کے پروانے تھے

سیروس ۔ کیسے کیسے لوگ یہاں ہیں

نیرس ۔ اگلے دانشمند کہاں ہیں

اجیمس ۔ دانشمند تو آج بھی ہیں پر صاحبِ دل موجود نہیں

انی سس ۔ محفل کیا محفل ہو جب — اہلِ محفل موجود نہیں

سیروس ۔ پگمیلیاں کی ذات سے لیکن یہ ویرانہ بھی محفل ہے

نیرس ۔ اپنے آقا کے سینے میں ایک دھڑکنے والا دل ہے

اجیمس ۔ روشنیوں کی لَو میں اُس کے خون کی ضو جھلمل کرتی ہے

سیروس ۔ پتھر کے بے جان بُتوں کو پیکرِ آب و گِل کرتی ہے

نیرس ۔ کالی زلفیں رنگ شہابی مست منوہر نین شرابی

سیروس ۔ خون طلب ہیں سندر مکھڑے رخشاں سینے ہونٹ گلابی

نیرس ۔ واہ صاحب کیا بات کہی ہے

سیروس ۔ اور حقیقت بھی تو یہی ہے

اجیمس ۔ جب تک ایک بشر باقی ہے اِس فن کار کا فن زندہ ہے

سیروس ۔ جب تک ایک بھی بُت باقی ہے فن کی روایت رخشندہ ہے

نیرس ۔ پگمیلیاں کا فن زندہ ہے

انی سس ۔ یہ سیارہ رقصندہ ہے

سیروس ۔ رقصندہ ہے تابندہ ہے

اجیمس ۔ اِک زردار نے آج ہمارے خلاف یہ کیسی سازش کی ہے

انی سس ۔ کچھ مزدوروں کو فنکار سمجھ کر ان سے گزارش کی ہے،

[illegible] لیکن ہم کو پروا کیا ہے

www.caarwan.com

نیرس — وہ بدذات سمجھتا کیا ہے

(پگیلیاں نگار خانے کے دوسرے کمرے سے نکل کر اِن لوگوں کے درمیان آجاتا ہے)

پگیلیاں - نہ جانے آج یہ سرگوشیاں ہیں کس لئے جاری
نہ جانے آپ لوگوں پہ ہیں کیوں مایوسیاں طاری

سیروس - جناب نے تو سُنا ہی ہوگا

انی سس - جناب نے کچھ کہا بھی ہوگا

پگیلیاں - سُنا تو ہم نے بھی ہے مگر اس میں کون سی بات ہے نرالی
مرے رفیقو کسی امیرِ کبیر کے تم نہیں سوالی

سیروس - حضور ہم آپ کے ہیں خادم

دوسرے - جناب کے در کے ہیں ملازم

پگیلیاں - مگر ہمارے غلام بھی خود نگر ہیں، مردانِ معتبر ہیں
ہیں آج ایتھنز میں جو فنکاران سے بڑھ چڑھ کے باہنر ہیں

سب - سے آپ کی شفقت و عنایت

پگیلیاں - ہمیں گوارا نہیں رعایت

سیروس — حضور وہ لوگ پھر بھی ایتھنز کی نگاہوں میں محترم ہیں۔

پگیلیاں - تو کیا ہوا۔ آپ کس سے کم ہیں

سیروس - حضور کا فیض ہے یہ سارا

پگیلیاں - ہمیں خوشامد نہیں گوارا

انی سس - رئیس نگہباں رہے ہمارا

پگیلیاں - یہ مژدہ بر ہیں، درود گر ہیں، یہ لوگ تو محض کان کن ہیں
مگر ہمیں ناز ہے کہ اپنے غلام بھی صاحبانِ فن ہیں
یہ لوگ میرے خلاف سازش کریں تو کیا دل سے مانتے ہیں
ہمیں شرف ہے کہ اپنے خدام راہِ تخلیق جانتے ہیں
ضمیرِ سنگ و صدف سے آگاہ فن کے اسلوب کی خبر ہے
یہ ہم سمجھتے ہیں آپ پر دیوتاؤں کی ہر گھڑی نظر ہے

چیمس — شہر میں چلتا بھی دشوار ہے اپنا سرکار

پگیلیاں - اور کیا چیز ہے پھر تجھ کو اچیمس درکار؟

کون فنکار ہے جس نے یہ خوشی پائی ہے
تم ہو، اک پیکرِ محسوس ہے تنہائی ہے

سیروس، پگیلیاں - مجھ کو بھی اہلِ وطن سے ہے یہی آج گلہ
اور کیا ہوتا ہے سیروس صلۂ فن کا صلہ
اپنی تقدیر زمانے سے الگ چلتی ہے
موت کے بعد ہمیں دادِ ہنر ملتی ہے

نیرس - پھر بھی سرکار یہ ہم مشربِ دیرینہ ہیں

پگیلیاں - وہ بھی کیا تیری طرح خالقِ اندیشہ ہیں

نیرس - نہ سہی خالقِ اندیشہ پہ ہم تیشہ ہیں

پگیلیاں - اپنے خدام تو نیرس اسدِ بیشہ ہیں

انی سس - ہمارے واسطے کیا آپ کا ارشاد ہے آقا

پگیلیاں - چمن میں رہ کے بھی بلبل چمن سے تم رہو تنہا
یہ تنہائی کی گھڑیاں انی سس کام میں لاؤ
خداؤں کی طرح تخلیق فرماؤ، منہ سوا گاؤ

(اگستر ہنستا ہوا اندر آتا ہے)

اگستر - یہ کیسے مشورے ہیں آج اہلِ فن کی محفل میں

پگیلیاں - سمجھتا ہوں جو مضموں مل رہا ہے آپ کے دل میں

اگستر - عتب یہ ہے کہ سارا شہر دشمن آپ کا ٹھہرا

پگیلیاں - یہ شعر و شاعری پھر کس لئے فن آپکا ٹھہرا

اگستر - نصیرس کے رویّے پر مجھے اک نظم کہنے دو

پگیلیاں - سُناؤ تم کوئی تازہ غزل یہ بات رہنے دو

اگستر - نصیرس کی شرافت کے تقاضوں پر ہزل ہوگی،

پگیلیاں - نہیں جانِ برادر اب غزل ہوگی ہزل ہوگی

اگستر - سفر آشنا

پگیلیاں - جی، ارشاد

اگستر - پھر و بسان غزالاں ختن ختن تنہا — منا و جشنِ بہاراں دمن دمن تنہا
روش روش پہ صبا کی طرح سفر کرو — گلوں سے آلکھ لڑاؤ چمن چمن تنہا

www.caarwan.com

اُفق اُفق پہ ستاروں کی طرح رقص کرو
مچل مچل کے بُلاتی ہے موج بن بن کر
سفینہ راں تو وہی ہیں جو یم بہ یم بھٹکیں
نہ رہ سکے گا نظر سے نہاں دُرِ مقصود
جزائے دستِ ہنرمند ہے عقیقِ مراد
خلوص و شوق سے جاری رہے جگر سوزی
فلک پہ چاند ستاروں کا مل سکے نہ سراغ
سمٹ سمٹ گئی تاریک راستوں کی لکیر
بہ فیضِ اہلِ خرد، اہلِ بینش و دانش
(نہیں یہ بات کہ مجذوب دست ہے طاہر)

لہو کے دیپ جلاؤ، گگن گگن تنہا
عروسِ بحر کی زلفِ شکن شکن تنہا
پکارتے ہیں کنارِ چمن چمن تنہا
طلب کے دام بچھاؤ عدن عدن تنہا
اُڑاؤ خاک اُڑاؤ یمن یمن تنہا
شبوں کو جیسے جلے شمعِ انجمن تنہا
برنگِ مہر جلو، جگ مگاؤ، تن تنہا
اُبھر اُبھر کے چلی ہر کرن کرن تنہا
وہ اہلِ دل کہ رہے ہیں وطن وطن تنہا
(مگر جو کوئی رہے شادماں، مگن، تنہا)

پگیلیاں۔ واہ واہ خوب غزل ہے بھائی
سب غلام۔ واہ واہ خوب غزل ہے سرکار
پگیلیاں۔ اپنا ہر شعر پہ ایمان ہے یار
اگسٹر۔ شکریہ مرحمتِ عالی کا
پگیلیاں۔ ہائے کیا رنگِ سخن پایا ہے۔
سب خادم۔ کس نے سرکار یہ فن پایا ہے۔
اگسٹر۔ آپ کا حسنِ سماعت ہے جناب
سب غلام۔ آپ دونوں کا نہیں کوئی جواب
(انہیں باتوں کے درمیان پردہ گرتا ہے)

○

تیسرا ایکٹ، پہلا منظر

(پگیلیاں کا گھر، بیگم سے محوِ گفتگو ہے)

پگیلیاں۔ قاصد خیر سے تو آیا ہے
مرسینیا۔ ابا جی کا خط لایا ہے
پگیلیاں۔ کیا لکھا ہے کچھ تو سناؤ

مرسینیا۔ ہم بیمار ہیں جلدی آؤ
پگیلیاں۔ جلد رئیس دیں اُن کو صحت
مرسینیا۔ ان کا سایہ رہے سلامت
پگیلیاں۔ کیوں نہ انہیں ایتھنز میں لائیں
یاں کے طبیبوں کو بھی دکھائیں
مرسینیا۔ آپ انہیں جا کر لے آئیں
پگیلیاں۔ ایک بڑھاپا، لاکھ بلائیں
مرسینیا۔ وہ تو چلے آئیں گے یقیں ہے
پگیلیاں۔ ارتیما کچھ دور نہیں ہے
مرسینیا۔ خود ہی نہ جا کر اُن کو لاؤں
پگیلیاں۔ ترے بغیر تو میں ایک دن بھی جی نہ سکوں
مرسینیا۔ بجا سہی پہ مناسب نہیں کہ گھر میں رہوں
پگیلیاں۔ نہ جائیں تو بھی بری بات ہے مری بانو
مرسینیا۔ میں ایک ہفتے میں آجاؤں گی، کہا مانو
پگیلیاں۔ ترے بغیر کہاں جاؤں گا بتاؤ تو
مرسینیا۔ بڑے وہ ہو
پگیلیاں۔ ترے بغیر ستائیں گی چاندنی راتیں
بھلا چکا ہوں تجھے پا کے سب مناجاتیں
یہ روئے ناز دعاؤں کی طرح دل آرا
یہ لب کہ جن سے ہلالوں کے دل ہوں دوپارا
یہ تیرے گیسوئے مشکیں کی نرم خوشبوئیں
نشے میں جھوم کے راتیں بھی رقص کرنے لگیں
ترے بغیر نگاہیں سکوں نہ پائیں گی
سسکتے سانپوں کی مانند کلبلائیں گی
مرسینیا۔ تو سیکھ لی ہے اگسٹر سے شاعری تم نے
پگیلیاں۔ یہ جوت جی میں جلائی ترے تبسم نے
مرسینیا۔ یہ چار دن کی جدائی تو کوئی بات نہیں

www.caarwan.com

پگیلیاں۔ تمہارا ساتھ اگر ہو تو رات رات نہیں
یہاں تو نیند بھی اُڑ جائے گی ہوا ہو کر

مرسینیا۔ میں خوش رہوں گی بھلا تم سے یوں جُدا ہو کر

پگیلیاں۔ نہ بھائی بہنوں میں آئے گا وہ کبھی خیال

مرسینیا۔ الٰہی میری مجال

پگیلیاں۔ برس برس کی اِدھر تو گھڑی گھڑی ہوگی

مرسینیا۔ یہ آزمائشِ صبر و وفا کڑی ہوگی

پگیلیاں۔ ابھی تلک تجھے میری وفاؤں پر شک ہے

مرسینیا۔ وفاؤں پر تو نہیں دیوتاؤں پر شک ہے

پگیلیاں۔ کھُل کے ارشاد کرو۔

مرسینیا۔ اب اجازت بھی تو دو۔

پگیلیاں۔ یہ کہو مجھ سے شکایت کیا ہے
پوچھنے کی بھی ضرورت کیا ہے

مرسینیا۔ آج تو پوچھ کے جاؤں گا کہیں،

مرسینیا۔ غلط ہے کیا بتوں کے درمیاں ہر وقت رہتے ہو
ہزاروں غم اُٹھاتے ہو ہزاروں رنج سہتے ہو

پگیلیاں۔ تری خاطر مگر اے جانِ جاں یہ غم اُٹھاتا ہوں
ہزاروں دیویوں کے رُوپ میں تجھ کو سجاتا ہوں

مرسینیا۔ گھٹائی تو بہت ہی مختلف ہے میری صورت سے

پگیلیاں۔ اِسے دیکھو نہ یوں جانِ تمنا تم کدورت سے

مرسینیا۔ (مسکرا کر) مری جوتی کو بھی پروا نہیں وہ کون ہے کیا ہے

پگیلیاں۔ مگر تجھ کو بٹھا کر سامنے اُس کو تراشا ہے

مرسینیا۔ جُدا اِک دُوسری سے کیوں نہیں تیری کوئی صورت

پگیلیاں مرے پیشِ نظر ہر وقت رہتی ہے تری صورت

مرسینیا۔ وہی میری طرح چہرا وہی میرا قد و قامت

پگیلیاں۔ وہی نخرے وہی عشوے وہی گھاتیں وہی عادت

مرسینیا۔ مگر کیمائی بھی اِک عیب ہے اس کی خبر بھی ہے

پگیلیاں ارے اب یہ کھلا مجھ پر کہ بیگم باہنر بھی ہے
مگر گھلتا نہیں مجھ سی

مرسینیا مری بیگم یہاں چُپ کی

پگیلیاں۔ مری ہمزاد سے دل تو بہل جائے گا اچھا ہے

مرسینیا۔ یہ غیرت ہے۔

پگیلیاں یہ غیرت نہیں، میں آ ہی جاؤں گی مگر کچھ
مری مشکل پر سوجان سے قربان ہو تم بھی
اِسے میری طرح تم گننے پاتوں سے سجاتے ہو
ہر تم یہ ہے کہ شب کو اس کا بستر بھی بچھاتے ہو
نہ جانے کیا سبب ہے کون سمجھے کیا ارادہ ہے
کبھی اُس کے لٹے تو گا کبھی زرّیں لبادہ ہے
کبھی اُس کو بلاتے ہو، بُلا کر مسکراتے ہو
کبھی بانہیں گلے میں ڈال کر اُس کو مناتے ہو
کبھی اِس پیکرِ خوبی سے دل ہی دل میں ڈرتے ہو
کبھی اس کے لئے تم زیرِ لب فریاد کرتے ہو
کبھی اس کا سراپا دیکھ کر تم گنگناتے ہو
کبھی ان سرمریں پاؤں پہ تم سجدے گھماتے ہو
کبھی اس کے لئے جامِ شراب سُرخ بھرتے ہو
جنوں میں اور بھی کیا کیا نہ جانے کر گزرتے ہو
کبھی کرتے ہو اُس کے گیسوؤں میں شانہ آرائی
کبھی ان سُرمگیں آنکھوں میں بھر دیتے ہو تنہائی
مجھے معلوم ہے تم اُس کو درسِ ناز دیتے ہو
کبھی اُس کو کبھی وینس کو تم آواز دیتے ہو
خدا کے ساتھ میں شانہ بشانہ کام کرتا ہوں
بشر کرتا ہے وہ پیدا تو میں اصنام کرتا ہوں
مگر یہ فرق ہے وہ زندگی دینے پہ قادر ہے
اِدھر فنکار جو اس کی رضا ہو اُس پہ شاکر ہے

پگیلیاں۔

www.caarwan.com

مرسینیا۔ — دعا مانگو عجب کیا ہے کہ وہ ربِّ علا سُن لے
پگمیلیاں۔ نہیں سمجھا
مرسینیا تیری گلّو کا سینہ زندگی کے نور سے بھر دے
پگمیلیاں وہ پیکر جی اُٹھے وہ زندہ و بیدار ہو جائے؟
مرسینیا۔ بُرا کیا ہے اگر یہ حادثہ اِک بار ہو جائے
پگمیلیاں مگر اس طرح تو ہوگا جہاں میں غلغلہ پیدا
مرسینیا۔ "کہ اعجازِ فلانے کرد گویا بے زبانے را"

(سیروس داخل ہوتا ہے)

سیروس۔ تو چلنے کے لئے کیا حکم ہے آقا
پگمیلیاں۔ اُٹھو بیگم ابھی تیار ہو جاؤ
یہ قاصد کے لئے انعام ہے سیروس دے آؤ
سیروس۔ مرے آقا
پگمیلیاں۔ کہو قاصد سے بیگم بس ابھی تیار ہوتی ہیں
مرسینیا مگر ایسی بھی کیا جلدی ہے پگمی
پگمیلیاں۔ بس اُٹھو بیگم اُٹھو کپڑے بدل ڈالو ابھی تیار ہو جاؤ

(سیروس باہر نکل جاتا ہے۔ مرسینیا لباس تبدیل کرنے کے لئے اندر چلی جاتی ہے۔ پگمیلیاں ٹہلنے لگتا ہے)

(آہستہ آہستہ پردہ گرتا ہے)

○

دوسرا ایکٹ، دوسرا منظر

(پگمیلیاں گلاٹیا کے مجسمے کو دیکھ کر بے اختیار پکار اُٹھتا ہے)

یہ پیکرِ جمیل کہ پوجا کروں جسے — اللہ کیا صنم ہے کہ سجدا کروں جسے
آنکھوں کے سامنے وہ بتِ مہ لقا ہے آج — خود سے نظر بچا کے بھی دیکھا کروں جسے
ہر صبح شبنموں میں جسے غسلِ نور دوں — پھولوں کی مسندوں پہ بٹھایا کروں جسے
بوسے لٹاؤں، سجدے کروں، حالِ دل کہوں — تا حدِ شوق جیسے بھی چوما کروں جسے
وہ گل ہے آج زینتِ گلزارِ آرزو — میں بلبلوں کی طرح پکارا کروں جسے

آہوئے خانہ زاد کی مانند صبح و شام — ایک ایک رہگذر پہ پھرایا کروں جسے
آمادۂ وصال کروں التجا کے ساتھ — خلوت ملے تو خود سے بھی تنہا کروں جسے
سونے لگے تو نذر کروں جنتوں کے خواب — بن کر نسیمِ صبح جگایا کروں جسے
وہ اپنے دل کی مجھ سے کہے ایک ایک بات — میں اپنی بات بات بتایا کروں جسے

وقفہ

(پگمیلیاں پر عالمِ کیف و جذب طاری ہے۔ ذرا سے وقفے کے بعد مجسمے سے ہم کلام ہونے لگتا ہے۔)

چپ ہے کیوں جانِ حیا — ہے یہ کیا بات بھلا
کوئی نغمہ کوئی گیت — چپ نہیں پیت کی ریت
کچھ تو ارشاد بھی کر — دل کی فریاد سے ڈر
اک نظر دیکھ ذرا — آنکھ سے آنکھ ملا
عرشِ عظمت سے اُتر — باغِ ہستی سے گزر
پردۂ شب سے نکل — دو قدم خاک پہ چل

وقفہ

کھول دے اب تو خدارا آنکھیں — چاند تارے جھیلوں میں جھانکیں جھلکیں
ہائے یہ نرم نکیلی پلکیں — شبنمی جن کے اشارے سمجھیں
زلف سرمایۂ صد حسرت و آہ — صورتِ نامۂ اعمال سیاہ
ہاتھ پاؤں ہیں جو پریوں ایسے — چہرہ چاندی کا کٹورا جیسے
ناک جس طرح عرب کی تلوار — حشر در حشر یہ جوبن کا اُبھار
قدِ دل جو پہ نظر جاتی ہے — تیغ سینے میں اُتر جاتی ہے
تو جو بولے تو مقدر بدلے — لہجۂ زمزم و کوثر بدلے
یہ حسیں دن، یہ سہانی راتیں — آ کریں عشق و وفا کی باتیں
مجھ سے کس واسطے شرماتی ہے — نخلِ تصویر بنی جاتی ہے
میں بھی اب لب نہ کبھی کھولوں گا — تو بلائے گی تو پھر بولوں گا

وقفہ

یہ شرم کیسی یہ کیا حیا ہے — تو اپنے عاشق سے کیوں خفا ہے

www.caarwan.com

یہ رنگ یہ ڈھنگ جانتا ہوں — میں تیرا انگ انگ جانتا ہوں
تو میری پروردۂ کرم ہے — یہ خامشی قہر ہے ستم ہے
بتا کہ مجھ سے حجاب کیوں ہے — یہ خامشی کا نقاب کیوں ہے
کہاں سے لایا تجھے کہاں میں — مگر ابھی تک ہوں سرگراں میں
ہمیں کوئی دیکھتا نہیں ہے — یہاں کوئی دوسرا نہیں ہے
کریں نہ کیوں مل کے دل کی باتیں — طرب گہہ آب و گل کی باتیں
گلاٹیا ——— ! بولتی نہیں ہے — زبان کیوں کھولتی نہیں ہے

وقفہ

(پگمیلیاں بے اختیار دعا کے ہاتھ اٹھا دیتا ہے)

اے کہ تجھ سا کوئی فنکار نہیں ہے موجود — اے کہ تجھ سے یہ ہنگامۂ بازارِ وجود
تجھ سے بڑھ کر تو نہیں کوئی بھی فنکار عظیم — حی و قیوم ہے تو، اور ترا فن بھی ہے قدیم
ترا فن زندہ و پائندہ و تابندہ ہے — جوہرِ خاک ترے نور سے رخشندہ ہے
تیری فنکاری پہ شاہد ہیں یہ ساری جانیں — مؤمن و مسلم و کافر ترے قربان ہماری جانیں

میری تعریف و ستائش سے ہے تو مستغنی — اے کہ یہ خاک ترے لطف سے انسان بنی
کارِ تخلیق سے محرم جو کیا ہے مجھ کو — اور پھر دستِ ہنرمند دیا ہے مجھ کو
اسی الطاف کے صدقے یہ دعا میں کر لے — ایک بندے کا بنایا ہوا مورت بھی بچا لے
تجھ سا فنکار بھی گر دادِ ہنر دے نہ سکا — کون پھر ہے جو مجھے دے مری محنت کا صلہ
میرے خالق میرے مالک ہے گویائی دے — پھر تکلم کے دریچے تک تو لا نائی دے

(دعا کے آخری جملے کے ساتھ ہی گلاٹیا کے مجسمے میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور دعا ختم ہوتے ہی وہ جی اٹھتی ہے)

گلاٹیا۔ — یہ کیسی آواز آ رہی ہے
پگمیلیاں۔ — تو جی اٹھی ہے تو جی اٹھی ہے
ہنر کا انعام بھی یہی ہے
طریقِ اکرام بھی یہی ہے
تو جی اٹھی ہے تو جی اٹھی ہے

(بے اختیار اس جوگی کی طرف بڑھتا ہے، جہاں گلاٹیا اب تک مجسمے کی حالت میں کھڑی تھی)

گلاٹیا۔ — مگر یہ کیا چیز زندگی ہے؟

پگمیلیاں۔ — یہ زندگی حسنِ سرمدی ہے
حسیں ستاروں کی دل کشی ہے
گلوں کی پرکیف تازگی ہے
یہ نور ہے پاک روشنی ہے
یہ آگ ہے، راگ ہے، سنسنی ہے (اسے سنگ دامن سے اتار لیتا ہے)

گلاٹیا۔ — میں کون ہوں کیا ہوں یہ بتاؤ
پگمیلیاں۔ — ادھر تو آؤ، ادھر تو آؤ
خدارا اب تو نظر ملاؤ
لجاؤ، شرماؤ، مسکراؤ
گلاٹیا۔ — میں کون ہوں کیا ہوں یہ بتاؤ
مری کہانی مجھے سناؤ

بھرِ تعظیم کی جواں لہروں نے پالا تجھ کو
مرے خدام نے مرمر کے نکالا تجھ کو
سالہا سال مرے قلب و نظر نے پرکھا
تیرے جوہر کو مرے دستِ ہنر نے پرکھا
پارۂ سنگ کو رہ رہ کے جو توڑا موڑا
دلِ ناداں نے ترے جسم سے رشتہ جوڑا
اور پھر ختم ادھر کاوشِ ادراک ہوئی
بے نیازِ کرم تیشۂ چالاک ہوئی
میرے معبود نے سن لی ہیں دعائیں میری
زندگی لیتی ہے رہ رہ کے بلائیں تیری

(اگزستر کہے میں داخل ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ پگمیلیاں اپنی بیگم سے باتیں کر رہا ہے۔ چنانچہ)

اگزستر۔ — بھابی آداب بجا ..... (گلاٹیا کو دیکھ کر بھونچکا رہ جاتا ہے)
پگمیلیاں۔ — میرے معبود نے سن لی ہیں دعائیں میری
گلاٹیا۔ — زندگی لیتی ہے رہ رہ کے بلائیں میری

www.caarwan.com

اگستر۔ تو چپ تھی مقدّر سے گلہ بھی تو یہی تھا
پگیلیاں۔ لیکن میری محنت کا صلہ بھی تو یہی تھا
اگستر۔ فنکار کو فنکار نے ہی دادِ ہنر دی
پگیلیاں۔ کیا بات ہے اُس نقشِ گرِ جن و بشر کی
اگستر۔ لازم تھا کہ ہو ولولۂ دِل کی تسلی
پگیلیاں۔ پتھر میں دوائی مرِ کامل کی تجلّی

گلاٹیا۔ مگر میری بات کا تو جواب دو، یہ بتاؤ میں کون ہوں، میری زندگی کا یہ راز کیا ہے، آخر یہ بات کیا ہے، میں کون ہوں کیا ہوں یہ بتاؤ، میری حقیقت مجھے سناؤ،

اگستر۔ رشکِ خورشید ہو تم، غیرتِ مہتاب ہو تم
رونقِ و روشنیِ دیدۂ بے خواب ہو تم
تم سے ہی تارِ نفس کی یہ فراوانی ہے
سازِ ہستی کی قسم، جنبشِ مضراب ہو تم
ماہ پاروں کی بہاروں کی جواں دلوی ہو
دولتِ بُت کدہ و مقدس و محراب ہو تم
سایۂ تاک میں صہبائے طرب خیز کا جام
سینۂ وشت پہ اِک لالۂ شاداب ہو تم
نامرادوں کی دعاؤں کا جنوں رقصِ جواب
خاک زادوں کی جوانی کا حسیں خواب ہو تم
سببِ درد و رُخِ زرد و دمِ سرد و سرشک
مایۂ عیش و سکونِ دلِ بے تاب ہو تم
استقامت میں پہاڑوں سے بھی بڑھ چڑھ کے عظیم
اور تلوّن میں کوئی لعبتِ سیماب ہو تم
بحرِ خاموش کی مانند دمِ صبر و سکوت
پیشِ ہر اہلِ ستم صرصر و سیلاب ہو تم
خلوتِ عیش میں اِک طرفہ عروسِ طناز
سرِ میداں، مشرتِ رستم و سہراب ہو تم
ایک دریائے بلا خیز دمِ غیظ و جلال
عاجزی ایسی کہ بس جوئے تہی آب ہو تم
ہاتھ چھِل جائیں جو چھو جائیں اجازت کے بغیر
نرمیاں ایسی کہ بس ریشم و کمخواب ہو تم
روئے ہستی پہ ہے یہ آب و جلا جس کے طفیل
بحرِ تقدیس کا وہ گوہرِ نایاب ہو تم
سادہ، پرکار، فراواں شرم و مہر و وفا
کوئی محفل ہو مگر داورِ آداب ہو تم
شبِ تنہائیِ تقدیر میں تکمیہ دِل کا
ہاں علاجِ غمِ بے مہریِ احباب ہو تم
جس کے انوار سے روشن ہے دلِ کون و مکاں
حورِ مہتاب رُخ و موجۂ بے تاب ہو تم

گلاٹیا۔ یہ تو سب ٹھیک ہے لیکن مرا تن کیسا ہے
کیا تمہارا بھی بدن میرے بدن جیسا ہے
پگیلیاں۔ حسنِ بیدار ہے تو ایک جواں عورت ہے
دیوتاؤں کی قسم تجھ سی کہاں عورت ہے

گلاٹیا۔ آپ عورت کسے کہتے ہیں جناب
پگیلیاں۔ کون دے ایسے سوالوں کا جواب
گلاٹیا۔ مجھے سمجھاؤ، بتاؤ بھی کہ عورت کیا ہے
پگیلیاں۔ اگستر سے، بولتا کیوں نہیں، کیا حکمت ہے؟
اگستر۔ تو ہی دے اس کے سوالوں کا جواب
پگیلیاں۔ شاعری آپ ہی کرتے ہیں جناب
اگستر۔ شاعری، نغمہ گری، بُت گری سب ایک ہیں یار
پگیلیاں۔ اِتنا احمق تو یہ بندہ بھی نہیں ہے سرکار
گلاٹیا۔ آپ عورت کسے کہتے ہیں جناب
اگستر۔ تپشِ خواب تمنا خلشِ عہدِ شباب
پگیلیاں۔

مرمرِ دُور کا اِک تاج محل ہے عورت — نغمۂ شاہدِ گل، سازِ غزل ہے عورت
پیکرِ عصمت و اخلاص و عمل ہے عورت — جلوۂ روشنیٔ صبحِ ازل ہے عورت
ہاں پہ دانائیٔ شمعِ وفا رکھتی ہے
گرچہ فانی ہے مگر شانِ بقا رکھتی ہے
پاؤں رکھے تو زمیں زمزمہ خواں ہوتی ہے — سانس جب لے تو ہوا عطر فشاں ہوتی ہے
بال کھولے تو گھٹا رقص کناں ہوتی ہے — سکرائے تو مشیت بھی جواں ہوتی ہے
اُس کا انداز ہے کہتے ہیں نزاکت جس کو
اُس کی انگڑائی ہے کہتے ہیں قیامت جس کو
روشن و سادہ و معصوم ہے فطرت اُس کی — بے نیازی بھی رضا جوئی بھی طینت اُس کی
راز ہے رازِ محبت ہو کہ نفرت اُس کی — ہائے اِک طرفہ قیامت ہے طبیعت اُس کی
شبنمِ عیش بھی ہے آتشِ غم تر و دھی ہے
سببِ درد و علاجِ دلِ ناشاد بھی ہے
عجز بے چارگی و مظہرِ احساس و نمود — خود سری اُس کی ادا، خود شکنی اس کا وجود
طالبِ سجدہ کبھی خود پہ کبھی سر بسجود — خوئے ہنگامہ طلب نقش گرِ ثبود و نبود
حسنِ رفتار سے چشموں کو روانی بخشے
بے پروں کو ہوسِ بال فشانی بخشے

www.caarwan.com

دشمنِ جاں بھی انیسِ شبِ تنہائی بھی شمع خانہ بھی یہی محشرِ رسوائی بھی
محرمِ خلوتیاں، دعوئے پیدائی بھی شاملِ بزمِ جہاں، حاملِ یکتائی بھی
خود ہی گردابِ اجل رقص ہے خود ساحل ہے
خود ہی محمل فگن و خود ہی مہِ محمل ہے

باعثِ بے دلی و ہجرِ فغاں ساز بھی ہے باعثِ ولولۂ عمرِ سبک تاز بھی ہے
حسنِ بُت خانہ و بُت خانہ برانداز بھی ہے ہائے جاں خستہ کہ جو صاحبِ اعجاز بھی ہے
ناز ہے جس پہ مصوّر کو وہ تصویر ہے یہ
ورقِ دہر کی تزئین ہے، توقیر ہے یہ

بن بلائے کبھی گفتار پہ مائل ہونا سادگی وہ کہ جفاؤں کا بھی قائل ہونا
زلف لہرا کے تمناؤں میں حائل ہونا صاحبِ لطف و کرم ہو کے بھی سائل ہونا
اتنے فیاض تو سلطاں بھی نہیں ہوتے ہیں
ایسے بھی خانہ برانداز کہیں ہوتے ہیں

روئے رنگیں پہ فدا خندۂ مستانِ بہار پردۂ سازِ طرب، زمزمہ آموزِ ہزار
قمریِ قدسی نوا، آہوئے صیاد شکار سایۂ تاک و سرودِ شفق و طلعتِ نار
تلخیٔ ساغرِ غم، جرعۂ نوشابِ لقا
خاکِ بے مایہ کا وہ نقش کہ ہے مہرِ لقا

ناز پروردہ بدن جنتِ خواب آلودہ گفتگو جیسے کوئی نغمہ شراب آلودہ
نگہِ نیم رسا، لطفِ حجاب آلودہ وہ نہ چاہے تو نہ ہو اُس کا شباب آلودہ
قہر کی آگ میں ہر چیز بھسم ہو جائے
دامنِ لطف، بیابانِ ستم ہو جائے

مخملِ خواب سے بھی بڑھ کے ہے نازک بدنی آنکھ سے اشک جو گرتا ہے تو ہیرے کی کنی
ہائے یہ کم سخنی، ہائے یہ غنچہ دہنی اس پہ یہ تنگ قبائی ہے کہ اللہ غنی
اب کہاں کارِ فروبستہ روانی پائے
امرِ مقصود کی دل کوئی نشانی پائے

رہزنی جانتی ہے، راہبری جانتی ہے سروری جانتی ہے، فتنہ گری جانتی ہے
روشِ نازِ دراں، طرزِ پری جانتی ہے وہ ستارہ شکنی، خوش نظری جانتی ہے
مسکرائے تو ستاروں کی وہیں ریزش ہو

پھول کھل اٹھیں جو ہونٹوں کو ذرا جنبش ہو

اس کی آغوش کے پروردہ ہیں وہ اہلِ نظر جن کی ممنون رہے گی مری جاں نوعِ بشر
ماں بھی، ماں جائی بھی ہے بیوی بھی ہے اور دختر وہ گراں قدر، وہ برتر کی عطائے برتر
خشمگیں ہو تو پہاڑوں کا جگر بھی شق ہو
چہرۂ پیرِ فلک خوف کے مارے فق ہو

اُس کے جلووں سے در و بام نکھر جاتے ہیں اس کے الطاف سے گھر بار سنور پاتے ہیں
دیکھ یہ رنگ بھی وہ دیدۂ تر لاتے ہیں رات کی گود میں خورشید اتر آتے ہیں
اُس کے اشکوں کی حرارت سے پگھل جاتی ہیں
ظلمتیں قالبِ انوار میں ڈھل جاتی ہیں

گلاٹیا۔ اب یہ سمجھی کہ تیری بیوی ہوں
پگیلیاں۔ سخت حیران ہوں کیا تجھ سے کہوں
گلاٹیا۔ میں تری بہن ہوں کیا؟
پگیلیاں۔ او خدا!
گلاٹیا۔ میں تری کون ہوں کیا ہوں یہ کہو
پگیلیاں۔ تم ذرا دیر تو خاموش رہو
گلاٹیا۔ میں تو عورت ہوں مگر تم کیا ہو
پگیلیاں۔ مرد ہوں، تم مری محبوبہ ہو
گلاٹیا۔ مرد و محبوب کسے کہتے ہیں؟
پگیلیاں۔ جو الگ رہ کے بہم رہتے ہیں
(گفتگو میں وقفہ سا آجاتا ہے)
گلاٹیا۔ کس لئے چپ سے ہوئے جاتے ہو
بات کرتے ہوئے، شرماتے ہو
بیٹھ کر پاس جھجکنا کیسا
یہ سرکنا یہ کھٹکنا کیسا
عشق میں فخر و تکبر کیسا
یہ تکدر یہ تحیر کیسا

www.caarwan.com

کس لئے دُور بیٹھے بیٹھے ہو
کتنے مغرور بنے بیٹھے ہو
آ بھی جاؤ نا مری جان قریب
بیم ہمسایہ نہ کچھ خوفِ رقیب
دوشِ ہمت پہ اُٹھا لو مجھ کو
اِن فضاؤں میں اُچھالو مجھ کو
ایک نغمے کی طرح نرم ہوں میں
ایک برسے کی طرح گرم ہوں میں
منہ پھُلائے ہوئے کیا تکتے ہو
بڑبڑاتے ہو یہ کیا بکتے ہو

پگیلیاں - ہو سکے تم سے تو خاموش رہو
اپنے خادم پہ ذرا رحم کرو

گلاٹیا - گھر میں جس طرح کوئی چاہے کرے
ہائے یوں بھی نہ کوئی مرد ڈرے

پگیلیاں - تُو نے دیکھی نہیں دنیا میری

گلاٹیا - ہائے کیا چیز ہے دُنیا تیری

پگیلیاں - کیا کہوں، کیسے تجھے سمجھاؤں

گلاٹیا - یہ در و بام، گزرتے ہوئے لوگ

پگیلیاں - یہ تو بازار ہے

گلاٹیا - بازار بھی دنیا ہی تو ہے

پگیلیاں - جانِ من کوچہ و بازار میں کیا رکھا ہے

گلاٹیا - پھر بتا دے تیری دُنیا کیسا ہے

پگیلیاں - ایک دو دن میں سمجھ جاؤ گی
پھر نزیلوں سے اتر آؤ گی

گلاٹیا - حسن کیا چیز ہے جلدی سے بتلا
خود کو میں دیکھ بھی سکتی ہوں کیا

پگیلیاں - (آئینہ اٹھا کر دیتے ہوئے) کیوں نہیں آئینہ دیکھ لو خدا!

گلاٹیا - (آئینہ کو اُلٹتے پلٹتے ہوئے) یہ چمکتی ہوئی شے بھی کیا ہے:

پگیلیاں - کس نے خود کو مری جاں دیکھا ہے!

گلاٹیا - اور جو دیکھ رہی ہوں کیا ہے؟

پگیلیاں - اک تماشہ جو مسرت زا ہے

گلاٹیا - مجھ سے بھی بڑھ کے ہیں خوش صورت ہوں

پگیلیاں - ایسی عورت کے لئے لوگ لڑا کرتے ہیں
ہند و یونان میں ہتھیار بجا کرتے ہیں

گلاٹیا - لوگ کیوں لڑتے ہیں عورت کے لئے؟

پگیلیاں - کوئی فرہاد نہ شیریں کی طرف دیکھ سکے

گلاٹیا - کیا میرے واسطے بھی آج لڑائی ہوگی

پگیلیاں - دلِ ناداں کے مقابل میں خدائی ہوگی

(پگیلیاں کا غلام میرو س نگار خانے میں داخل ہوتا ہے)

میرو س - نصیرس اپنے سارے دوستوں کے ساتھ آیا ہے
وہ ہر فنکار کو پیکر کدے میں لے کے پہنچا ہے

پگیلیاں - نصیرس اور اُس کے دوستوں کو اب اجازت ہے
مری جانب سے ہر فنکار کو آنے کی دعوت ہے

(نصیرس اپنے غلام میرو س کے ساتھ اندر داخل ہوتا ہے اور گلاٹیا کو زندہ و بیدار دیکھ کر بدحواس ہو جاتا ہے)

نصیرس - ارے یہ کون کافر ہے
ارے یہ کون عورت ہے

میرو س - ابھی بُت جی اٹھا! بُت جی اُٹھا لوگو قیامت ہے (باہر نکل جاتا ہے)

نصیرس - نہیں بے حد ندامت ہے مگر اس فن پہ حیرت ہے
(باہر میرو س کی آواز آ رہی ہے) ارے بُت جی اُٹھا بُت جی اُٹھا لوگو قیامت ہے
لوگ نگار خانے کی طرف باتیں کرتے اور بھاگتے ہوئے

کمال ہے کمال ہے!
ہٹو ہٹو، بچو بچو،
بڑھو بڑھو
بڑھو بڑھو

www.caarwan.com

سُنو سُنو
چلو چلو
چلو پھرو
(کمرے کے اندر بہت سے لوگ)
حسین و بے مثال ہے
کمال ہے کمال ہے
(اور بہت سے لوگ)
یہ کس طرح سے جی اُٹھی ۔ کہاں سے جان پڑ گئی
(باہر سے آواز) ہُوا نہیں ہے یہ کبھی
سنا نہیں ہے یہ کبھی
چلو چلو ہٹو ہٹو اُٹھو اُٹھو سُنو سُنو
لوگ کمال ہے ہم نے اس طرح آج تک تو ہوتے کبھی نہ دیکھا
یہ حُسن !
یہ شانِ دلبری
یہ جمالِ زیبا
یہ عارض و رُخ پہ نُور دیکھو
یہ تمکنت یہ غرور دیکھو
یہ بانکپن یہ جلال دیکھو
یہ اپنے پگھلیاں کا یارو کمال دیکھو
کمال ہے یہ کمال دیکھو
اور لوگ ۔ یہ اعجازِ ہُنر ہے، فن کا یہ رومان ہے صاحب
جو بُت اس نے تراشا تھا وہ اب آسان ہے صاحب
اور لوگ ۔ نہ دیکھا ایسا تو کوئی پیکر
یہ نوری نُور ہے سراسر
یہ حُور چہرہ بہار در بر
یہ آنکھیں جیسے چھلکتے ساغر
بدن کہ جس میں سمندروں کا غرور ہے

دیوتاؤں کا سا وقار ہے
شاخہائے نازک کی لچکنیں ہیں !
نصیریں ۔ دوستو ! بات سُنو بات سُنو ! بات سُنو
اے مرے بھائیو خاموش رہو، چپ تو کرو
ایک فنکار کا فن کیا ہے، یہ ہم جان گئے
سوزِ دل ، سوزِ جگر ، سوزِ نظر مان گئے
آج فن کار کے اعزاز میں دعوت ہوگی
جو بھی آئے اُسے آنے کی اجازت ہوگی
اِک نئی رُوح کی تخلیق ہوئی ہے دیکھو
حرمتِ تیشۂ توفیق ہوئی ہے دیکھو
عظمتِ فن کا ہمیں جشن منانا ہوگا
مل کے پیکر کدۂ پاک میں آنا ہوگا
آوازیں ۔ زوم زاں زوم زئیس
زیم زاں زوم زئیس
زیم زاں زوم زئیس ..... آہستہ آہستہ فیڈ آؤٹ

www.caarwan.com